فہرست

پیش لفظ	صاحبزادہ سُلطان حمید	۵
حرفِ اوّل	سید احمد سعید ہمدانی	۹
حضرت سُلطان باھُو کا عہد		۱۳
حیاتِ حضرت سُلطان باھو		۲۱
تعلیمات		۷۹
پنجابی شاعری		۹۵
اِرشادات		۹۹
شرحِ اصطلاحاتِ صُوفیہ		۱۵۷
حواشی		۱۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرہ' نے رُشد و ہدایت کے لئے ایک سو چالیس سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔ ان میں "ابیاتِ باھو" کے علاوہ جو کہ پنجابی میں ہے' باقی تصانیف فارسی زبان میں ہیں۔ میری یہ دیرینہ خواہش تھی کہ سُلطان العارفین کے کلام کا معیاری ترجمہ اور تشریح کی جائے تاکہ عوام الناس اس سے فیض حاصل کر سکیں مزید آپ کے کلام پر تحقیق ہو اور تصانیف کی تدوین اور اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

"بزمِ باھو" لاہور کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے ایسی محفلوں کو ترتیب دیا' جن میں سلطان العارفین کے کلام کو علمی سطح پر پیش کیا گیا' اس کے لئے میں جناب محمد جاوید (صدر بزمِ باھو) اور راجا سالُو صاحب (جنرل سیکرٹری بزمِ باھُو) کا بے حد ممنون ہوں۔ بزمِ باھُو ہر سال دو تقاریب کا اہتمام کرتی ہے۔ جس میں دانشور' معتقدین اور عوام کثیر تعداد میں شامل ہو کر سلطان العارفین کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس سعی میں انہیں پاکستان نیشنل سنٹر کا بھی تعاون حاصل رہا ہے۔ یہ ان محفلوں کی کامیابی کا واضح ثبوت ہے کہ حالیہ برسوں میں علمی سطح پر سلطان العارفین کے کلام کو سُننے' پڑھنے اور سمجھنے والوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ملک کے سارے بڑے شہروں یعنی لاہور' کوئٹہ' اسلام آباد' پشاور وغیرہ میں "بزمِ باھُو" قائم ہو چکی ہے اور ملک کے اکثر پاکستان نیشنل سنٹر' بزمِ باھُو کے تعاون سے "جشنِ باھو" کا اہتمام کرتے ہیں۔ اِن محفلوں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

www.yabahu.com

یہ ۱۹۷۴ء کا ذکر ہے کہ ایک ایسی ہی تقریب جس کو "بزم باھو لاہور" نے پاکستان نیشنل سنٹر میں ترتیب دیا تھا- پروفیسر سید احمد سعید ھمدانی نے سلطان العارفین کے کلام پر ایک عالمانہ مقالہ پیش کیا' جس نے مجھے بے حد متاثر کیا- آپ سے پہلی ملاقات میں ہی یہ طے ہوا کہ وہ سلطان العارفین کے کلام پر تحقیق کریں گے- میں اُن کا بے حد ممنون ہوں کہ سید ھمدانی صاحب نے پہلے "احوال و مقامات حضرت سلطان باھو" تحریر کی اور پھر میری تجویز پر "رسالہ رُوحی" جو کہ فی الحقیقت سلطان العارفین کے کلام کی رُوح ہے کا ترجمہ اور تشریح شائع کی- آپ کی یہ دونوں کتابیں اہلِ ذوق میں خاصی مقبول ہوئیں-

مجھے پروفیسر ھمدانی صاحب کی تائید حاصل تھی کہ ایک ایسا ادارہ ملکی سطح پر قائم کیا جائے جو کہ سلطان العارفین کے کلام کی تحقیق و تدوین اور اشاعت کا اہتمام کرے' اس کے علاوہ "بزمِ باھو" کے کام میں رابطہ اور ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے "حضرت سلطان باھو اکیڈیمی" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے- اکیڈیمی میں میرے ساتھ وہ سب احباب شامل ہیں جن کا مقصد سلطان العارفین کی تعلیماتِ تصوف و سلوک کو عوام و خواص کے قلوب اور اذہان تک پہنچانے کی مساعی کرنا ہے- اکیڈمی کو اس کارِ خیر میں سجادہ نشین حضرت سلطان باھو کی سرپرستی حاصل ہے-

الحمدللہ اکیڈیمی اِس نیک کام کی ابتدا "حضرت سلطان باھو - حیات و تعلیمات" سے کر رہی ہے- میرے لئے یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ ھمدانی صاحب کی تازہ تصنیف' پہلی کتاب ہے جو اکیڈیمی کے زیرِ اہتمام شائع ہو رہی ہے- یہ کتاب اہلِ علم کے لئے بالعموم اور فقر و تصوّف سے شغف رکھنے والوں کے لئے بالخصوص بہت دلچسپی کا باعث اور افادیت کی حامل ہے-

ھمدانی صاحب نے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے- حیاتِ حضرت سلطان باھو- تعلیمات اور ارشادات - حیات کے باب میں مصنف نے بڑی محنت سے

سلطان العارفین کے خاندانی حالات مُرتب کئے ہیں- تعلیمات کے باب میں ھمدانی صاحب نے سلطان العارفین کی تعلیمات کا عمدہ نچوڑ پیش کیا ہے- طریقت کے راستے پر چلنے کے لئے اِنسان میں علم' عمل' عشق' ترکِ دُنیا' پابندیٔ شریعت' تزکیۂ اخلاق اور تزکیۂ قلب ضروری ہے-

ترکِ دُنیا سے مُراد' ترکِ ہوسِ دُنیا ہے' ورنہ اکلِ حلال کے لئے دُنیوی مشاغل ازبس ضروری ہیں- خود سلطان العارفین کا ذریعۂ معاش کاشتکاری تھا- اُن کی تعلیمات اور اعمال انسانوں کی رہنمائی کے لئے نہایت قیمتی عناصر ہیں-

اِرشادات کے باب میں مصنف نے سلطان العارفین کے عارفانہ کلام کو نہایت دِل آویز طریقے سے پیش کیا ہے - مثلاً آپ فرماتے ہیں :

"علم' جان کا مُونس ہے اور
جاہل فقیر شیطان کا مصاحب ہے

اوّل طالب کو چاہئے کہ علم حاصل کرے' اس کے بعد فقر کا ارادہ کرے' علم کا حاصل کر لینا آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا ازبس مشکل و دشوار ہے-"
(امیر الکونین)

"عالمِ بے عمل اور فقیرِ بے توکّل و صبر سے خدا محفوظ رکھے-" (عین الفقر)

"واضح ہو کہ جو فقیر خلافِ شرع ہو' اس کا باطن بھی باطل ہے اور اس کا دعویٰ جھوٹا اور بے اعتبار ہے-" (نُور الہدیٰ)

"وہ لوگ بڑے ہی غافل ہیں جو تھوڑا سا عمل اور عقل حاصل کر کے اہلِ کُل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں-" (عقلِ بیدار)

مختصر یہ کہ پروفیسر سید احمد سعید ھمدانی نے یہ کتاب لکھ کر عوام کو ان اسرار و رموز سے آشنا کیا ہے جو شریعت اور طریقت میں مشترک ہیں اور جنہیں سمجھنے اور عمل کرنے سے ایک طالب' دُنیا اور آخرت کی سعادتیں حاصل کر سکتا ہے- اللہ تعالیٰ انہیں

www.yabahu.com

جزائے خیر دے اور ان کی کوششوں کو اور زیادہ وسعت عطا فرمائے۔ آمین

میں آخر میں قارئین سے اپیل کروں گا کہ سلطان العارفین کے کلام پر تحقیق، ترجمہ، تشریح، تدوین اور اشاعت کے کارِ خیر میں "حضرت سلطان باھو اکیڈیمی" کے رکن بن کر اکیڈمی سے مکمل تعاون کریں۔ اس سلسلہ میں وہ اپنی نزدیک ترین "بزمِ باھو" کی طرف رجوع کریں یا بصورتِ دیگر راقم الحروف سے رابطہ کریں۔

"حضرت سلطان باھو۔ حیات و تعلیمات" حضرت سلطان باھو اکیڈیمی کی پہلی کوشش ہے، کتاب مکمل ہونے تک مختلف ہاتھوں اور مراحل سے گذرتی ہے، جس کی وجہ سے کمی بیشی کا امکان ہر وقت رہتا ہے۔ ہم قارئین کرام کی آراء کو خوش آمدید کہیں گے۔

۱۷۔ ظفر روڈ - لاہور چھاؤنی

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء

سلطان حمید

صدر: حضرت سلطان باھو اکیڈیمی

حرفِ اوّل :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حضرت سلطان باھو۔ حیات و تعلیمات" پیشِ خدمت ہے۔ اسے لکھتے ہوئے نیت یہ رہی ہے کہ اس سے تمام قارئین خاص و عام بہرہ اندوز ہو سکیں۔ اس سے پہلے دو کتب "احوال و مقامات حضرت سلطان باھو" اور "ترجمہ و شرح رسالہ رُوحی" لکھی گئیں مگر بعد ازاں بعض احباب نے رائے دی کہ وہ تصوف کے بارے میں ابتدائی معلومات نہ رکھنے والے اور کم پڑھے لکھے لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند تر ثابت ہوئی ہیں، لہٰذا اب کسی ایسی کتاب کی تالیف ضروری سمجھی گئی جو ہر سطح کے قاری کے لئے مفید اور معلومات افزا ہو۔ اللہ کرے زیرِ نظر کتاب سے مجھ فقیر کو اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ، کے حالاتِ زندگی کے بارے میں لکھتے ہوئے اب بھی زیادہ تر انحصار "مناقبِ سُلطانی" پر ہی کرنا پڑتا ہے جو حضرت سلطان باھو کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں ایک بزرگ حضرت صاحبزادہ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ نے لکھی۔ انہوں نے ان روایات کی روشنی میں حالات لکھے جو بزرگوں اور درویشوں کی زبانی ان تک پہنچے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ردّوبدل کے ساتھ وہی روایات یا بعض مزید روایات درگاہ شریف کے عقیدت مندوں اور حضرت سلطان العارفین کی اولاد کے حافظے میں گردش کرتی رہیں اور ان کی روایت و حکایت بھی جاری رہی۔ اس تمام عرصہ میں جو لوگ درگاہ پر رہے، وہ بعض اوقات انہیں قلمبند بھی کرتے رہے۔ حضرت سلطان العارفین کی سوانح لکھتے ہوئے اب کے ان روایات پر مشتمل یہ مجموعے بھی پیشِ نظر رہے۔ جن میں مندرجہ ذیل اہم ہیں۔

۱۔ "مخزن الاسرار" مؤلفہ: فقیر نُور محمد سروری قادری کلاچوی

www.yabahu.com

۲-رسالہ "سوانح عمری حضرت سلطان العارفین سلطان باھو"
ازحاجی مولوی محمد دین گجراتی مطبوعہ ۱۹۲۷ء

۳- مجموعہ یادداشت حضرت صاحبزادہ سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

مؤخرالذکر دونوں تحریروں کے لئے یہ فقیر حضرت صاحبزادہ سلطان محمد صفدر علی (۱) کا شکر گزار ہے۔ مولوی محمد دین گجراتی کا رسالہ نایاب تھا اور ان کے والدِ مکرم حضرت سلطان محمد عبدالعزیز کی یادداشتیں غیر مطبوعہ تھیں، انہوں نے ازراہِ کرم اس فقیر کو ان سے استفادہ کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

بایں ہمہ یہ بات اب بھی بڑی حد تک درست ہے کہ بعض روایات کی مزید تصدیق و تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ البتہ اس کتاب میں جہاں تک ممکن تھا، کہیں کہیں روایت کے ساتھ درایت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

تعلیمات پر مختصر نوٹ لکھنے کے بعد حضرت سلطان العارفین کے تصوّف و سلوک پر موزوں اور عام فہم ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ جنہیں تمام رسائل و کتب کے مطالعہ کی غواصی کے بعد منتخب کیا گیا۔ انتخاب کرتے ہوئے ایسے جملے نوٹ کئے گئے جو مفہوم کے لحاظ سے مکمل اور سمجھنے میں آسان ہیں۔ پہلے خیال تھا کہ ان ارشادات کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں مگر وصال سے چند ہفتے قبل حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمتہ اللہ علیہ (۲) تشریف لائے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ حوالے دے دینے چاہئیں تاکہ اگر کوئی صاحبِ علم و فہم مزید مُطالعہ اور تصدیق و تحقیق کرنا چاہے تو ایسا کر سکے۔ اِس کی تعمیل کی گئی اور حوالوں کی فہرست آخر میں دے دی گئی ہے۔

اردو اور فارسی میں عام زبان میں استعمال ہونے والے کئی الفاظ ایسے ہیں جو تصوّف میں اصطلاحات کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، اہلِ تصوف و سلوک کے ہاں ان کے معنی متعین ہیں۔ عام قارئین کیلئے اس کتاب میں استعمال ہونے والے ایسے الفاظ و اِصطلاحات کی فہرست مع شرح بھی مہیا کر دی گئی ہے۔

مَیں جناب صاحبزادہ سلطان حمید صاحب (دام اقبالہ) صدر حضرت سلطان باھو اکیڈیمی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دیباچہ رقم فرمایا اور اکیڈیمی کی طرف سے اِس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

نوشہرہ (وادیٔ سون سکیسر) — پروفیسر سید احمد سعید ھمدانی

۶ر ستمبر ۱۹۸۶ء

(۱) یہ اوراق زیرِ کتابت تھے کہ حضرت سلطان محمد صفدر علی ایک موٹر کے حادثہ میں عین عنفوانِ شباب میں (۱۱ر نومبر ۱۹۸۶ء کو) اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ صحیح معنوں میں اپنے اجداد کے فقر کے وارث تھے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(۲) اِس دور میں حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کے اسلاف میں حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری ایک بزرگ شیخ طریقت تھے، وہ حقیقی معنوں میں ایک عارف کامل تھے۔ وزیرستان، بلوچستان، سندھ اور ڈیرہ جات کے علاقوں میں ان کے ہزاروں مرید تھے۔ اکثر انہیں علاقوں میں دوروں پر رہتے تھے اور وہاں کے باشندوں کی تعلیم و تربیت اور فلاح و بہبود میں کوشاں رہتے تھے۔ اِمسال ۱۹۸۶ء گرمیوں میں دِل کا دورہ پڑنے پر کوئٹہ کے ایک ھسپتال میں داخل ہوئے اور وہیں ۹ محرم الحرام ۱۴۰۷ ہجری بمطابق ۱۴- ستمبر ۱۹۸۶ء وفات پائی۔

درگاہ شریف حضرت سلطان باھوؒ رحمتہ اللہ علیہ پر عرس جاری تھا۔ نعش مبارک ایمبولینس پر کوئٹہ سے لائی گئی۔ عاشورہ کے روز جنازہ ہوا اور دربار کے نزدیک اپنی بستی میں تعمیر شدہ روضہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبر کو پُر نور بنائے۔ مجھ فقیر پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور حضرت سلطان العارفین کے بارے میں میرے کام پر خوش ہوتے اور دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بھی اجرِ خیر عطا فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

www.yabahu.com

سُلطانُ العارفین

حضرت سُلطان باھُو قدس اللّٰہ سِرّہٗ

کا عہد

www.yabahu.com

سُلطان العارفین
حضرت سُلطان باھُو کا عہد

حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا سالِ پیدائش بعض تذکرہ نگاروں نے ۱۶۳۱ء لکھا ہے مگر کئی جگہوں پر سال ۱۶۲۷ء درج ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ شاہجہان کے جشنِ تاج پوشی کا سال ہے۔

شہزادہ مُحرم مغلوں اور ترکوں کے دستور کے مطابق اپنے حریفوں کو راستے سے ہٹا کر "ابو المظفر شہاب الدین قِران ثانی' شاہجہان بادشاہ غازی" کے لقب سے ۱۶۲۸ء کو تخت پر بیٹھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد میں پیدا ہوئے۔

حضرت سُلطان العارفین سلطان باھو کے والد اسی شاہجہان کے لشکر میں مصدار رہے تھے مگر حضرت سلطان باھو کی پیدائش کے بعد سے ان کا درباداری یا منصب داری سے کوئی تعلق نہ رہا تھا' البتہ ان کی سابقہ خدمات اور نیکی وپارسائی کی بنا پر اُنہیں شورکوٹ (موجودہ ضلع جھنگ' پنجاب) کے نواح میں جاگیر دے دی گئی تھی' جہاں وہ اپنے کُنبے کے ساتھ اپنی وفات تک رہائش پذیر رہے۔ حضرت سلطان باھو نے بھی یہیں پرورش پائی اور اسی کو اپنی جائے سکونت قرار دیا۔

زیرِ نظر تالیف میں شاہجہان کے دور کے حالات وواقعات کے بیان کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ البتہ اس کے آخری ایامِ حکومت' جب اس کے بیٹوں میں جنگ تخت نشینی شروع ہوئی' اہم ہیں۔ اس جنگ کے موقع پر دربار اور دربار سے باہر شاید ہی کوئی قابلِ ذکر فرد یا طبقہ ایسا رہ گیا ہو جس کی ہمدردیاں کسی فریق کے ساتھ نہ رہی ہوں' ورنہ ہر ایک نے دو بڑے حریفوں یعنی اورنگ زیب یا داراشکوہ میں سے کسی نہ کسی کا

ساتھ ضرور دیا یا کسی نہ کسی کے ساتھ ہمدردی ضرور روا رکھی۔

شاہجہان بیمار ہوا تو معلوم ہوتا ہے اس کے مرض نے اس سے قوتِ فیصلہ چھین لی تھی' اس لئے اس کے جیتے جی شہزادوں میں جنگ چھڑ گئی۔

یوں تو مغلوں میں تخت نشینی کے لئے ہمیشہ جنگ ہوا کرتی تھی کیونکہ ان کے ہاں بادشاہ کی جانشینی کے لئے ولی عہد کا بادشاہ ہونا کوئی حتمی طور پر طے شدہ امر خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ جنگ بھی کچھ زیادہ اہم نہ ہوتی' اگر اس مقابلے کے پیچھے نظریات وعقائد کی کش مکش بطور محرک کام کرتی نظر نہ آتی۔

یُوں تو شہنشاہ اکبر کے زمانہ سے اِس کی مذہبی پالیسی کی بنا پر دینی معاملہ اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی' شیخ احمد سرہندی (رحمتہ اللہ علیہما) اور دیگر راسخ العقیدہ علماء نے اس کی گمراہی کی مخالفت کی تھی جو دربار اور شاہی محلات میں ہندوؤں کے بعض عقائد اور رسوم ورواج کو اپنانے سے پھیل رہی تھی۔ علماء اس لئے بھی ہراساں تھے کہ ان اثرات سے تصوف وسلوک کا شعبہ بھی محفوظ نہ رہا تھا' پھر خود مسلمانوں کے اندر فرقہ وارانہ جذبات کو بھی مختلف اسباب کی بنا پر ہوا مل رہی تھی۔

اِن حالات میں جب اورنگ زیب اور داراشکوہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل ہوئے تو ہر بااثر دینی وسیاسی گروہ نے اپنے عقائد اور مفادات کے پیشِ نظر شہزادوں کی پُشت پناہی کی۔

داراشکوہ نے ایک صُوفی کی حیثیت سے اپنے نظریاتی مسلک کی ابتدا کی تھی اور صوفیاء کرام کے حالات ومناقب پر کتابیں لکھیں۔ مُلّا شاہ بدخشی (رحمتہ اللہ علیہ) کا مُرید بنا اور ان کی زیرِ نگرانی مراقبات وغیرہ کا بھی اِلتزام کرتا رہا مگر بعد ازاں اس کا شوق اسے ہندو ویدانت کے مطالعہ کی طرف لے گیا' پہلے وہ اپنے نام کے ساتھ "حنفی" اور "قادری" لکھا کرتا تھا' اس دور میں اُس نے اپنے نام کے ساتھ یہ القاب لکھنے بھی چھوڑ دیئے۔

www.yabahu.com

ظاہر ہے کہ اِن حالات میں راسخ العقیدہ مسلمان اس کی تخت نشینی کو اسلام کے لئے خطرہ سمجھنے لگے تھے۔

مسلمانوں کے تمام بارسوخ طبقے مثلاً اکابر سادات 'علماء کرام' مشائخ اور صوفیاء سب کی حمایت وہ کھو بیٹھا تھا 'چنانچہ ان اُمراء نے بھی جو ان طبقوں کے زیرِ اثر تھے اس سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔

نظریاتی لحاظ سے دوسری اہم حیثیت اورنگ زیب کی تھی جس کی ایک راسخ العقیدہ مسلمان شہزادے کے طور پر دُور دُور تک شہرت تھی' وہ شریعت کے اوامر ونواہی کی سختی کے ساتھ پابند تھا۔ طریقت میں وہ بُرہان پور (باب دکن) کے شیخ بُرہان رحمۃ اللہ علیہ کا جنہیں عام طور پر "مُلا حضرت جی" کہا جاتا تھا' مرید تھا۔ اور برہان پور کے تمام صوفیاء واتقیاء جیسے شیخ بایزید برہان پوری' شیخ نظام فاضل برہانپوری' شیخ قطب برہان پوری اور سید شیر محمد قادری بھی اورنگ زیب کی تائید کرتے تھے۔ بعض مقامات پر کچھ بزرگوں نے کھلم کھلا اس موقع پر اورنگ زیب کے حق میں دعائیں کیں۔ ان میں گوالیار کے ایک صوفی بزرگ سید نعمت اللہ نارنولی نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ کبھی شہزادے سے ملے تک نہیں تھے لیکن ان کی خوبیاں سُن کر اس کے مُؤید ہوگئے تھے حالانکہ اورنگ زیب کا بھائی شجاع اُن کے مریدوں میں سے تھا۔ چنانچہ جب اورنگ زیب کا مقابلہ کرنے کے لئے شجاع روانہ ہوا تو انہوں نے اُس کی اِس حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے بنگال کے علاقے سے ہجرت کی۔ اِسی طرح اورنگزیب نقشبندی طریقہ کے شیخ حضرت خواجہ معصوم سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) کا بھی جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) کے عظیم فرزند اور خلیفہ تھے کا معتقد و مرید تھا۔ داراشکوہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلاف تھا۔ اِس بنا پر نقشبندی صوفیاء واولیاء کی دُعائیں بھی اورنگزیب کے حق میں تھیں۔

امرِ واقع یہی ہے کہ صوفیاء کرام' علماء وفقہا اور تمام سنی سادات اورنگ زیب

کا ساتھ دے رہے تھے' ان سب کو یقین تھا کہ اورنگزیب کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد مذہبی بے راہروی کا سیلاب تھم جائے گا اور اِسلام کو اِستحکام نصیب ہوگا۔

دوسرے دونوں بھائیوں یعنی شجاع اور مُراد نے بھی اپنے طور پر بزرگوں کی حمایت حاصل کرنا چاہی چنانچہ جیسا کہ ذِکر ہوا' شجاع حضرت نعمت اللہ نارنولی کا مرید تھا اور مراد نے بھی ایک بزرگ سید جعفر شاہ گجراتی کی بیعت کر رکھی تھی لیکن ان کا یہ تعلق جنگِ تخت نشینی میں ان کے کچھ کام نہ آسکا۔ عوام و خواص کی نگاہوں میں دَر حقیقت مقابلہ اورنگزیب اور داراشکوہ کے درمیان تھا۔

بالآخر اورنگزیب کو کامیابی حاصل ہوئی' شاہجہان کو عمر کے باقی ماندہ برس قید میں گذارنے پڑے۔ داراشکوہ مارا گیا اور اورنگزیب "ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر بادشاہ غازی" کے لقب سے ۱۶۶۹ء میں تخت پر بیٹھا۔ دو ماہ تک اس کی تخت نشینی کی خوشیاں منائی جاتی رہیں۔

شہزادوں کی اِس جنگِ تخت نشینی کے موقع پر حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً تیس سال ہوگی۔ اندریں بارہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اُن کی ہمدردیاں کس شہزادے کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی جو تصنیفات موجود ہیں اُن میں اُنہوں نے اورنگ زیب کی کھل کر تعریف کی ہے اور اسے "حضرت سلطان' بادشاہ خلائق پناہ' محی الدین اورنگ زیب' بادشاہ غازی' عادِل بادِل' زاہد' اسرارِ ربانی سے واقف اور علمِ سبحانی سے آگاہ" (نور الہدیٰ۔ ابتدائی سطور) کہا ہے۔ اپنے رسالہ "قُربِ دِیدار" کے شروع صفحات میں یہ شعر لکھا ہے۔

عمل شاہی عبید اللہ اِلٰہ است
کہ اورنگ زیب غازی بادشاہ است

"پنجاب کے صوفی شعراء" (انگریزی) کی مصنف ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن اور ان سے متاثر لوگوں نے اس بارے میں بے سود قلابے ملائے ہیں۔ پہلے تو انہوں نے

www.yabahu.com

یہی بات سو فیصد درست مان لی کہ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' دہلی کے حضرت سید عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے پھر چونکہ وہ قادری تھے اس لئے ان کی ہمدردیاں خواہ مخواہ داراشکوہ کے ساتھ ہونی چاہئیں کیونکہ وہ بھی قادریوں سے نسبت رکھتا تھا۔ پہلی بات تو صرف اس حد تک صحیح مانی جاسکتی ہے کہ حضرت سلطان العارفین 'ان سید عبدالرحمٰن قادری سے کبھی ملے ہوں گے لیکن ان سے بیعت کا بیان روایت و داریت کی رُو سے خلافِ واقعہ نظر آتا ہے (اس کی صراحت زیر نظر کتاب میں مناسب موقع پر کر دی گئی ہے۔ جہاں تک داراشکوہ کا قادریوں سے تعلق کا مسئلہ ہے تو وہ بھی جنگِ تخت نشینی چھڑنے سے پہلے اگر کُلی طور پر نہیں ٹوٹ چکا تھا تو خاصا کمزور ضرور ہو گیا تھا۔ اسی لئے اس دور کے تمام بزرگانِ طریقت داراشکوہ کو ہندوستان کا حکمران نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ایک اور بات بھی ڈاکٹر لاجونتی اور ان کے ساتھیوں کی سمجھ میں نہیں آئی 'ان کا سوال یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین آخر اورنگزیب کے دربار سے دُور کیوں رہے لیکن اگر اس کے جواب میں ایک سوال اُن سے پوچھ لیا جائے کہ آخر حضرت سلطان صاحب کا دربار سے متعلق ہونا کیوں ضروری تھا؟ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہو گا۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہ' تمام مراکزِ حکومت سے دُور کوہستانی اور صحرائی عوام میں تبلیغ کرتے پھرے اور فقر و درویشی میں طالبانِ حق کی تربیت میں مصروف رہے۔ تاریخِ تصوّف میں بعض مشائخ ایسے نظر آتے ہیں' جنہوں نے اُمراء و شرفاء سے ربط و ضبط رکھا تاکہ اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کے کان میں بھی حق بات پڑتی رہے اور موقع پڑنے پر لوگوں کی شکایات اُن تک پہنچا کر اپن کی دادرسی کرا سکیں لیکن کچھ مشائخ کا عمل اس کے برعکس رہا ہے انہوں نے محلوں اور درباروں سے کوئی سروکار نہیں رکھا اور خاموشی کے ساتھ عوام کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے اور اس کام کو پیغمبروں کی سُنّت سمجھ کر باقی سب مشاغل اور تعلقات پر اسے فوقیت

دی۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو ثانی الذکر گروہ کے روّیہ کے مطابق عمل پیرا رہے۔

آپ زیادہ تر سرائیکی علاقوں میں مصروفِ کار رہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اورنگ زیب کے عہد میں اس علاقے کو چھوڑ کر باقی تمام علاقوں میں کچھ نہ کچھ بدامنی پیدا کرنے والے واقعات رُونما ہوتے رہے مثلاً شمالی ہندوستان میں جاٹوں' سکھوں 'اور سنت نامیوں نے بغاوتیں کیں 'جنہیں فرو کیا جاتا رہا۔ شمال مغربی علاقوں میں افغانوں کے خلاف فوج کشی کی گئی اور دکن میں مرہٹوں نے غدر مچائے رکھا مگر سرائیکی علاقے پُرامن رہے۔

۱۶۹۰ء میں جب حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو اس وقت بھی اورنگ زیب حکمران تھا (اس کی وفات ۱۷۰۷ء میں ہوئی)

ایک اور عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ ۱۶۹۰ء تک اورنگ زیب ہر مُہم میں کامیاب رہا لیکن ۱۶۹۰ء کے بعد یکلخت حالات کا رُخ خلاف ہو گیا یعنی اورنگزیب دکن میں جہاں وہ مصروفِ پیکار تھا' مرہٹوں کے خلاف مہمات میں جگہ جگہ ناکام ہونے لگا 'حتیٰ کہ انہی مہمات کے دوران وہ احمد نگر (دکن) کے مقام پر چل بسا۔

"ترکشِ ما را خدنگِ آخریں" (اقبال)

کیا ۱۶۹۰ء تک اورنگزیب کی کامیابی سلطان الفقر و سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی "دعوت"(۱) کی مرہونِ مِنّت تو نہیں تھی' جسے وہ کفار کے خلاف بادشاہِ اسلام کی کامیابی کے لئے پڑھنا ضروری سمجھتے تھے؟۔

حضرت سلطان العارفین کے عملی سلوک پر نظر رکھنے والے کسی بھی معتقد کے دِل میں یہ سوال اُٹھ سکتا ہے 'جس کا جواب اثبات میں خود اس کے لئے تو تسلی بخش ہو گا مگر ظاہری شواہد نہ ہونے کی بنا پر شاید کسی دوسرے کی یقین دہانی کے لئے کافی نہ ہو۔

www.yabahu.com

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو کی تصنیفات میں ان کے عہد کے واقعات کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ملتا -ان کے بارے میں مروی حالات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایک بار وہ اورنگ زیب سے ملے ضرور تھے اور جب بادشاہ نے حصولِ فیض کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں جہاں بھی رہوں، تمہیں فیض پہنچتا رہے گا' لیکن میرے آنے یا رہنے پر اصرار مت کرو-

دراصل تمام مشائخِ کبار کی طرح حضرت سلطان العارفین عملی طور پر سلوک سکھانے والے مُرشدِ کامل تھے اور اپنی تصنیفات اور دیگر مشاغل میں بھی انہوں نے بس اپنے کام سے کام رکھا یعنی تحریر و تقریر میں لوگوں کو فقیری اور درویشی کے ظاہری و باطنی رموز سکھاتے رہے-انہیں جب یہ یقین ہو گیا کہ ملک پر ایک قابل منتظم اور راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ غازی حکمران ہے تو پھر انہوں نے امورِ مملکت اور ان سے متعلقہ شعبہ ہائے زندگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور سفر و حضر میں عوام کی تعلیم و تربیت میں ساری زندگی بسر کر دی-اب یہ بات تو الٰہی مصلحت و حکمت کا نتیجہ ہے کہ ثقافتی مراکز میں نہ بیٹھنے کے باوجود ان کا اسمِ گرامی چار دانگِ عالم میں پھیلا ہوا ہے اور الٰہی وعدہ کے تحت ان کی کُتب کے مطالعہ اور اُن کی قبر مبارک کے انوار سے ایک خلقت مستفیض ہو رہی ہے-

حیات

حضرت سُلطان العارفین سُلطان باھُو

قدس اللہ سرہ'

www.yabahu.com

حیات

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو

قدس اللہ سرہٗ

سلطان الفقر و سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' اپنی ہر چھوٹی بڑی تصنیف کے شروع میں اپنے بارے میں عام طور پر ایک تعارفی جملہ ضرور لکھتے ہیں' یہ ان کی تصانیف کی ایک ایسی علامت اور سند ہے کہ اگر کسی کتاب یا رسالے کی ابتدائی سطور میں اس قسم کا کوئی جملہ نہ لکھا ہو تو شک پڑتا ہے کہ شاید ان کی اصل تصنیف نہ ہو بلکہ ان کی کسی کتاب کی تلخیص ہو یا ان کی کتب سے اخذ کردہ کلمات کا کوئی مجموعہ بطور یادداشت بعد ازاں مرتب کیا گیا ہو ---اس قسم کے مجمل تعارفی جملوں میں حضرت سلطان باھو نے اپنی سوانح کے بنیادی حقائق کے بارے میں ضروری اشارات قلمبند فرمائے ہیں-باقی جو کچھ ہے وہ اس اجمال کی تشریح و تفصیل ہے۔

"نور الہدیٰ" کے دیباچے میں تحریر فرمایا ہے :" مصنف تصنیف قادری سروری' باھو' فنافی ھو' ولد بازید عرف اعوان ساکن قلعہ شور"

بعض کتب کے دیباچے میں اپنے روحانی مقام کے بارے میں کچھ زیادہ کھل کر لکھا ہے' جیسے "عقل بیدار" اور "روحی" میں -اسی طرح "کلید التوحید" میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ کا زمانہ "صاحبِ شریعت اور راسخ دین سلطان محی الدین اورنگزیب" کا دور ہے-" رسالہ روحی "اور ایک دو اور رسائل میں جائے سکونت کے بارے میں "ساکنِ قرب و جوارِ قلعۂ شور" لکھا ہے اور ساتھ ہی دعائیہ کلمہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "اللہ اسے فتنوں اور سختیوں سے محفوظ رکھے-"

آیئے !اب ان خود نوشت اشارات کی روشنی میں کچھ مزید شواہد کی مدد سے حضرت سلطان العارفین کے سوانحی حالات پر نظر ڈالیں-اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کے خاندانی پس منظر اور آباؤاجداد کا ذکر ضروری ہے' جس کی طرف محققین نے اس سے پہلے کوئی خاص توجہ نہیں دی-

خاندانی پس منظر---"اعوان"

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ اعوانوں کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے -اعوانوں کا شجرۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے-سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر حملہ کرنے کے لئے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کے ساتھ علویوں کے ایک دستے نے ہمراہی کی اجازت چاہی' جس کی قیادت میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کر رہے تھے - سلطان محمود غزنوی نے خوشی اجازت دے دی-اور اس دستے کو "اعوان" کا خطاب دیا ۔ بعد ازاں اس قبیلے کے لوگ اسی لقب سے موسوم ہوئے-

اعوانوں نے سومنات کی لڑائی میں بہادری کے جوہر دکھائے اور بادشاہ ان سے بہت خوش ہوا- جب لشکر واپس ہونے لگا تو میر قطب شاہ (یا میر قطب حیدر) نے سلطان سے درخواست کی کہ انہیں ان کے گروہ کے ساتھ ملک کے کونوں کھدروں میں حکمران راجپوت سرداروں اور جاگیرداروں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا جائے۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کی چنانچہ میر قطب حیدر اعوانوں کے لشکر کو لے کر موجودہ علاقہ پوٹھوہار کے گردونواح اور کوہستانِ نمک کے علاقوں میں برسرِ اقتدار جنجوعہ اور چوہان راجپوتوں پر حملہ آور ہوئے' ان کو پسپا کر کے انہوں نے پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا-اور اعوان قبائل ان پہاڑوں کی خوب صورت وادیوں پر قابض ہو کر ان میں آباد ہو گئے۔ اب یہ اعوان "قطب شاہی اعوان" کہلائے -

www.yabahu.com

میر قُطب شاہ

بعض اعوان نسب دانوں کی رائے میں میر قطب شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کے صاحب زادے حضرت امام محمد بن حنفیہ (رضی اللہ عنہ') سے جاملتا ہے - ان کے آباؤ اجداد ساداتِ فاطمی کی حمایت میں حکمرانوں سے لڑتے ہوئے اور سادات کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے افغانستان چلے آئے تھے اور ہرات میں آباد ہوئے - بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کے لشکر میں شامل ہو گئے -

جب میر قطب شاہ یہاں وارد ہوئے تو ان کی ایک بیوی ان کی ہم کفو تھیں اور ان سے اولاد بھی تھی پھر ان علاقوں کی فتوحات کے بعد یہاں آکر انہوں نے کچھ اور شادیاں کیں۔ ان میں سے بعض ان شکست خوردہ راجاؤں کی بیٹیاں تھیں' جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور فاتح سردار کے ساتھ رشتۂ مناکحت کو اپنے لئے باعثِ فخر خیال کیا- ان سب سے جو اولاد ہوئی وہ راولپنڈی' اٹک' جہلم' ہزارہ' میانوالی' خوشاب' اور سرگودھا کے اضلاع میں آباد ہے - دراصل میر قطب شاہ کے ساتھ آنے والے ان قبائل اور نو مسلم باشندوں کے درمیان دودھیال' ننھیال کے لحاظ سے مناکحت اور اولاد کا باہمی سلسلہ شروع ہوا تو بالآخر چونکہ ان کی معروف نسبی پہچان کے لئے میر قطب شاہ ہی ایک مقتدر اور مشہور شخصیت تھے - لہٰذا انہی سے منسوب ہوئے ورنہ بلاواسطہ ان سے نسبی تعلق رکھنے والے تو شاید چند خاندان ہی ہوں گے جن کے بارے میں آج کے دور میں تحقیق بھی دشوار ہو گی' بہر حال اب یہ لوگ خواہ کہیں بھی ہیں اپنے تئیں "قطب شاہی اعوان" کہتے ہیں-

مذکورہ شجرۂ نسب میں کچھ الجھاؤ بھی نظر آتا ہے جو شاید کسی بغض کے تحت یا مخفی مفاد کے پیشِ نظر غیر اعوان لوگوں کی تحریروں سے پیدا ہوا- کچھ لوگوں نے کہا کہ اعوان اُن میر قطب شاہ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ ایک اور قطب شاہ تھے' جن کا اصل

نام عون بن یعلی تھا اور جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ داروں میں سے تھے اور بغرض تبلیغ یہاں آئے تھے - ان قطب شاہ کا شجرۂ نسب حضرت عباس بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاملتا ہے - چنانچہ کہا گیا کہ اعوان حضرت عباس بن علی کی اولاد سے ہیں-

مگر اس قسم کی باتیں شاید اس لئے لکھی گئیں کہ اعوانوں کی طبائع سے ان کے عسکری مزاج کو مٹایا جائے اور فاتح کی اولاد ہونے پر جو اُن کے دِلوں میں قدرتی طور پر ایک جذبۂ افتخار اور احساسِ برتری موجود ہے' اس کو دُور کیا جائے - لیکن حقائق کا اگر معروضی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوہستانِ نمک کے اطراف میں جو راجپوت سردار قابض تھے' وہ کسی پیر یا شیخ طریقت کی ترغیب و تحریص پر اپنے علاقے چھوڑ کر ہرگز نہ جاسکتے تھے - انہیں تو بزورِ شمشیر ہی بے دخل کیا جاسکتا تھا۔ اس زمانے میں جب پنجاب کے میدان' صحرا اور جنگل تھے - یہاں کی بارانی زمین ان کے مقابلے میں زرا گلتی تھی - چنانچہ ان خوبصورت علاقوں کو کوئی از خود چھوڑ کر ہرگز نہیں جاسکتا تھا- انہیں صاحبِ شمشیر و سناں میر قطب شاہ اور ان کے ہمراہ جنگجو قبائل نے تلوار کی طاقت سے ہی میدانوں میں دھکیل دیا تھا- اب ایک اشکال اور باقی ہے کہ بعض اعوانوں کے پاس جو شجرے ہیں' وہ عباس بن علی یا حضرت علی کے کسی اور صاحبزادے کی اولاد ہونے پر دلالت کرتے ہیں- میرے خیال میں اس کا جواب جو ایک اعوان مؤرخ نے پیش کیا' صحیح ہے - میر خواص خاں ہزاروی نے اپنی تحقیق کے بعد صائب رائے دی ہے' وہ لکھتے ہیں: "میں تو یہ کہتا ہوں اور بدلائل کہتا ہوں کہ اعوان حضرت علیؓ کی ان دوسری بیویوں کی اولاد سے مختص ہو گئے ہیں جو سوائے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے' خواہ حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہؒ کی اولاد سے یا حضرت علیؓ کے دوسرے بیٹوں عباس علمدارؓ یا عمر الاطرافؒ کی اولاد سے ہوں یا حضرت علیؓ کی جس اولاد سے شجرۂ نسب ملا سکتے ہوں یا منسوب کرتے ہوں' خواہ وہ ہندوپاک میں یا کسی اور عرب و عجم کے

www.yabahu.com

ملکوں میں ہوں، شجرۂ انساب ان کے پاس ہو یا نہ ہو وہ عربی النسل ہیں- ہندوستان میں تو وہ اعوان اور بعض مقامات پر علوی کہلاتے ہیں، دوسرے ملکوں میں علوی کہتے ہیں یا کچھ اور معلوم نہیں-"

شجرۂ نسب

جیسا کہ ذِکر ہوا میر قطب شاہ کے شجرۂ نسب میں اختلاف ہے اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ اعوان اپنے نسب ناموں کی کڑیاں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادوں سے جاملاتے ہیں، اس لئے معقول رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب نسب نامے درست ہیں اعوان عربی النسل اور آلِ علی ہیں اور وہ جو بعض انگریزوں اور ہندوؤں نے اپنے گزیٹیرز اور یادداشتوں میں انہیں "آوان" لکھا ہے اور سنسکرت کے لفظ "آوان" کے معنی "محافظ" لکھتے ہوئے، انہیں راجپوت ظاہر کیا ہے، وہ محض لغو اور بے بنیاد بات ہے۔

"مناقبِ سلطانی" کے مصنف جناب سلطان حامد (رحمتہ اللہ علیہ) نے کالا باغ کے اعوان رئیسوں کے کتب خانہ میں کسی کتاب انساب سے حاصل کردہ حوالہ کی رُو سے حضرت سلطان باھوؒ کے خاندان کا شجرۂ نسب نقل کیا ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ کالا باغ خاندان کے ایک رُکن ملک شیر محمد نے اپنی کتاب "تاریخ الاعوان" میں جو شجرۂ نسب دیا ہے، وہ اس سے بالکل مختلف ہے-

"مناقبِ سلطانی" کے مصنف نے اعوانوں کے جدِ امجد میر قطب شاہ کا شجرۂ نسب یوں نقل کیا ہے: "حضرت شیخ قطب شاہ بن حضرت امان شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فرطک شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عتیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت حجر شاہ بن حضرت امیر نُبیر بن اسد اللہ الغالب امام امیر المؤمنین حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ

وجہہ ـــــ"

ملک شیر محمد "تاریخ الاعوان" میں لکھتے ہیں: "حضرت میر قطب شاہ بن شاہ عطاء اللہ غازی بن شاہ طاہر بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف بن شاہ بطل غازی بن عبدالمنان غازی بن محمد حنفیہ بن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ-"

"مناقبِ سلطانی" میں دیئے گئے شجرہ پر حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ، کی ایک کتاب کے مترجم نے بھی دیباچے میں اعتراض کیا ہے- "محک الفقر" (خورد) کے دیباچے میں یہ صاحب لکھتے ہیں: "سجادہ نشین نے جو شجرۂ نسبی دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان باھو اٹھائیس واسطوں سے حضرت علیؓ کے فرزند امیر زبیرؓ کی اولاد سے تھے مگر حضرت علیؓ کا اس نام کا کوئی بیٹا کسی نسب کی مشہور کتاب (معارف ابنِ قتیبہ- تاریخ طبری وغیرہ) میں نہیں دیا اور نہ شاہ مرتضےٰؓ کے کسی پوتے کا نام حجر شاہ منقول ہے-"

بعض نے اس مشکل کو یوں حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے علم کے مطابق حضرت محمد حنفیہ کی کنیت ابو زبیر تھی، اس لئے صرف زبیر بھی لکھ دیا گیا تو اس سے مراد وہی ہیں مگر پھر بھی یہ مشکل تو باقی رہتی ہے کہ مذکورہ دو شجروں میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے!-

اگر کوئی قطعی دلیل سامنے نہ آئے تو ہمیں کتاب "تاریخ الاعوان" کا شجرۂ نسب ہی صحیح تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ جس خاندان کے کتب خانے کے حوالے سے یہ شجرۂ نسب نقل ہوا ہے، سلطان حامد صاحب بھی اسی حوالے سے روایت کر رہے ہیں، اب اس موقع پر اس شک کی گنجائش بہر حال موجود ہے کہ سلطان حامد صاحب کو کسی نے غلط نسب نامہ لکھ کر دیا ہو یا اعوانوں کے بہت سے نسب ناموں میں سے بلا تحقیق کوئی نسب نامہ نقل کر کے ان تک پہنچا دیا گیا ہو- واللہ اعلم بالصواب-

www.yabahu.com

ظاہر ہے کہ اعوانوں کے نسب نامے میں کچھ اُلجھاؤ موجود ہیں اور اعوان مؤرخین کی توجہ اور محنت سے بعد از تحقیق انہیں سُلجھایا جاسکتا ہے۔ فی الحال جو حقائق مُسلّمہ اور مُصدّقہ ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہونے کی وجہ سے آلِ علی کی ہی ایک شاخ ہیں۔

۲۔ جہاں کہیں وہ آباد ہیں، اپنا شجرۂ نسب حضرت میر قطب شاہ سے ملاتے ہیں۔

۳۔ حضرت میر قطب شاہ نے پوٹھوہار اور کوہستانِ نمک کے راجاؤں کو زیر کر کے راجپوتوں سے رشتہ مناکحت کیا اور ان کی اولاد ان علاقوں کی حکمران بن کر رہی۔

۴۔ جب باہمی ازدواجی رشتوں کا سلسلہ پھیلا تو سب قبائل اپنے تئیں میر قطب شاہ سے منسوب کرنے لگے اور قطب شاہی اعوان کہلائے۔

میر قطب شاہ کا سفرِ آخرت

حضرت میر قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی فتوحات کے دوران میں موجودہ وادی سون سکیسر (ضلع خوشاب) کی بستی انگہ میں قیام پذیر رہے۔ معروف روایت یہ ہے کہ وادیٔ سون کے اعوان ان کے بڑے صاحبزادے حضرت عبداللہ گولڑہ کی اولاد سے ہیں حضرت میر قطب شاہ نے راجپوتوں کو زیر کرنے کے بعد ان علاقوں کا انتظام اپنے بیٹوں کے سپرد کیا اور غزنی کی طرف مراجعت فرمائی۔ اُن کا سنِ وفات ماہ رمضان ۴۳۱ھ بیان کیا جاتا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ میر قطب شاہ بغداد میں مدفون ہوئے اور وہیں ان کا مزار ہے۔

میر قطب شاہ سے حضرت سلطان باھو تک

میر قطب شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ تک

صاحبِ مناقبِ سلطانی نے نسب کی ترتیب یوں لکھی ہے: "حضرت شیخ قطب شاہ، شیخ امیر شاہ، شیخ انور شاہ، شیخ محمد ہرگن، شیخ محمد جیمون، شیخ محمد بہاری، شیخ محمد سلا، شیخ محمد انون، شیخ محمد سنگھرا، شیخ محمد پیدا، شیخ محمد موغلا، شیخ محمد منان، شیخ محمد تمیم، شیخ اللہ دتہ، شیخ سلطان فتح محمد شیخ سلطان بازید محمد، حضرت شیخ سلطان باھو قدس اللہ سرہ۔"

انگہ (وادیٔ سون سکیسر)

حضرت سلطان باھو کے اجداد انگہ کی بستی میں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ ان کے والد مستقل طور پر نقل مکانی کرتے ہوئے شور کوٹ میں جا آباد ہوئے۔

انگہ وادیٔ سون کی بہت پرانی بستی ہے جس قدر لوگ شروع میں آئے، وہ یہاں آکر مستقلاً یا کچھ مدت کے لئے ضرور ٹھہرے۔ حضرت میر قطب شاہ کے بعد جس مشہور رُوحانی شخصیت نے یہاں آکر قیام کیا، وہ ساداتِ ہمدان کے بزرگ حضرت سید احمد کبیر المعروف بہ حضرت شاہ بلاول ہمدانی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں، جن کا مزار اب دندہ شریف (ضلع میانوالی) میں ہے، چونکہ وہ انگہ میں بھی کچھ مدت تک قیام پذیر رہے لہٰذا انگہ کو "انگہ شاہ بلاول" بھی کہا جاتا ہے۔

انگہ کسی زمانہ میں تعلیم و تدریس کا مرکز رہا ہے۔ اس صدی کے اوائل تک دُور دُور سے طلباء علم کے حصول کی تلاش میں یہاں آتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ تک یہاں کے ایک عالم دین کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ یہاں کے ہمدانی سادات اور اعوانوں میں سے قاضیوں اور قبیلے کی دوسری شاخوں میں کئی علماء اور اولیاء ہوئے ہیں جن کی کرامات آج تک مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں اس دور میں بھی انگہ ایسی شخصیات کے حوالہ سے معروف ہے جنہوں نے قومی و بین الاقوامی سطح پر شہرت پائی ہے، مولانا غلام مُرشد صاحب جو سالہا سال تک شاہی مسجد لاہور میں خطیب رہے، انگہ کے رہنے والے تھے اور اُن کا مزار بھی اب یہیں انگہ کے ایک قدیم قبرستان (جو حافظ رحمت اللہ کا قبرستان کہلاتا ہے) میں موجود ہے۔ مشہور شاعر،

www.yabahu.com

ادیب اور دانشور احمد ندیم قاسمی اور نامور صحافی اور ادیب ظہیر بابر دونوں انگہ کے رہنے والے ہیں۔اُن کے خاندان میں بھی مشخت کی روایت رہی ہے' جس کا دائرۂ اثر پنجاب سے لے کر منی پور (بنگلہ دیش) تک رہا ہے -

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کے اجداد اسی جگہ کی زمینوں میں دوسرے ہم قبیلہ افراد کی طرح کاشت کاری کیا کرتے تھے یا عسکری مہمات پر باہر چلے جایا کرتے تھے' جیسے حضرت سلطان باھو کے والدِ ماجد حضرت سلطان محمد بازید رحمۃ اللہ علیہ اپنے زُہدو پرہیز گاری کے باوصف تقریباً ساری عمر سپاہی پیشہ رہے۔اب بھی یہاں اعوان قبائل کے دوبڑے پیشے یہی ہیں-

مزارات و دِیگر آثار

حضرت سلطان باھوؒ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کے مزارات اور متعلقہ مقامات کے آثار اب تک انگہ اور اس کے گردونواح میں موجود ہیں-

انگہ کی موجودہ بستی سے مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی تنگ خوب صورت وادی تقریباً ڈیڑھ دو کلو میٹر تک لمبی چلی گئی ہے' اس وادی میں چھوٹے چھوٹے کھیت ہیں' جہاں بارش ہو جائے تو خوب فصل ہوتی ہے' اس کے سرے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑی چونے کے پتھر LIME STONE کی ٹھوس چٹان موجود ہے جو پھیلاؤ اور حجم میں نو سو مکعب فٹ اور دس بارہ فٹ اونچی ہو گی' اس کے گرد ایک اونچا سا چبوترہ بھی بنا ہوا ہے' اس کے بارے میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ یہاں حضرت سلطان باھو کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی (رحمۃ اللہ علیہا) بیٹھا کرتی تھیں اور ذِکر کیا کرتی تھیں-

اس چٹان کے سامنے جو کھیت ہیں' ان کے بارے میں یہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ اب یہ ایک شاخِ قبیلہ (اعوان) کی ملکیت ہیں جو "پھوال" کہلاتی ہے۔ شجرہ میں پھوالوں سے اوپر جائیں تو اور بھی کئی شاخیں ان سے الگ ہوتی رہی ہیں مگر

موجودہ پھوال خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ حضرت سلطان باھو کا شجرۂ نسب اسی خاندان سے اوپر جا کر ملتا ہے اور ان زمینوں کی ملکیت میں ان کے اجداد حصہ دار رہے۔اگر ایسا ہی ہے تو اس سے اس روایت کو تقویت ملتی ہے کہ سادگی کے اس دور میں حضرت بی بی راستی یہاں پہاڑی کے دامن میں عام طور پر ذِکر و فکر کے لئے اس چٹان کے پاس درختوں کے نیچے بیٹھتی ہوں گی' خصوصاً جبکہ وضو وغیرہ کے لئے چشمہ بھی موجود تھا جو بعد میں کسی وجہ سے سوکھ گیا چونکہ حضرت بی بی صاحبہ کے تقویٰ و طہارت اور عِفت و عِصمت کا شروع سے شہرہ تھا اور گووہ یہاں سے بیاہ کر شور کوٹ چلی گئی تھیں مگر بعد میں یہ جگہ یادگار کے طور پر محفوظ کر لی گئی -

اِس وقت اس چٹان کے اوپر جنگلی زیتون اور پُھلاہ کے بڑے بڑے درخت سایہ کئے ہوئے ہیں' چند سال پہلے ایک بڑا انجیر کا درخت بھی تھا جو پُرانا ہو کر گر گیا۔ یہاں پھر گمان ہوتا ہے کہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا ان سایہ دار درختوں کے سائے میں چٹان کے پاس بیٹھتی ہوں گی تو ان کا گھر بھی قریب ہی ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اسی چٹان کے مقابل میں پہاڑی پر اُن کے کُنبے کی ڈھوک (ڈیرہ) رہی ہو ورنہ دوسرا امکان یہ ہے کہ اسی جگہ سے ایک فرلانگ آگے مغرب کی طرف ایک پہاڑی پر پُرانی بستی کے کھنڈرات موجود ہیں' یہ انگہ کی بستی تھی اور اغلب یہ ہے کہ مرکزی دیہہ بھی یہی ہو گا۔اس کی تصدیق جزوی طور پر سہی' یوں بھی ہوتی ہے کہ اس پرانی بستی کے بالکل سامنے قریب ہی وادی میں اونچے سے ایک گول ٹیلے پر اور اس کے اطراف دامن میں قدیم قبرستان موجود ہے جو اس دیہہ کا قبرستان رہا ہے۔اب یہ موجودہ بستی سے تقریباً دو کلو میٹر دُور پڑتا ہے۔اس دیہہ سے شمال کی سمت میں کچھ فاصلے پر ایک چشمہ بھی موجود ہے' یہی چشمہ اُس آبادی کیلئے پانی مہیا کرتا تھا -

مزارات

قدیم آبادی کے آثار کے سامنے جو پرانا قبرستان ہے' آج کل اسے حافظ

www.yabahu.com

رحمت اللہ کا قبرستان کہا جاتا ہے۔ حافظ رحمت اللہ انگہ کی پہاڑیوں سے چند کوس دور پرے شمال کی جانب ایک گاؤں کے رہنے والے نیم مجذوب درویش تھے، جنہوں نے غالباً پچھلی صدی کے کسی دور میں اس قبرستان کے جنوب میں ایک جگہ چلہ کاٹا اور پھر کچھ بکریاں پال کر یہیں رہنے لگے۔ مشہور ہے کہ حافظ رحمت اللہ سے پہلے ایک سو چالیس اولیاء اللہ یہاں دفن تھے، جب حافظ رحمت اللہ ان کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عاجزی وانکساری کے ساتھ ان کے پاؤں کی جانب رہنے لگے تو اُن واصل باللہ اولیاء کی دُعا کے طفیل یہ قبرستان حافظ رحمت اللہ کے نام سے ہی منسوب ہوا۔

یہ خاصا بڑا قبرستان ہے، جس کے اندر اکثر قبریں اب بھی اچھی حالت میں ہیں۔ قبرستان کی مغربی جانب درمیان میں چھوٹی سی پگڈنڈی کے گذرنے کی وجہ سے ایک مختصر سا احاطہ الگ ہو گیا ہے، جس میں پچاس ساٹھ قبریں ہوں گی۔ اِس احاطے میں حضرت سلطان باھو کے نانا اور نانی کی قبریں ہیں، یہ قبریں عام سادہ اور معروف طریقے پر مقامی بھورے رنگ کے پتھر سے بنی ہیں۔ پچھلے دِنوں جب یہ فقیر حضرت سلطان باھو کے خانوادے کے دو اراکین حضرت صاحبزادہ سلطان محمد فاروق اور صاحبزادہ سلطان معظم علی کے ہمراہ وہاں حاضر ہوا تو دیکھا کہ نانا صاحب کی قبر تو درست حالت میں ہے مگر ساتھ ہی نانی صاحبہ کی قبر اوپر سے بیٹھی ہوئی نظر آئی (صاحبزادگان نے فرمایا کہ اب اسے بھی ٹھیک کرا دیں گے)

اس احاطہ سے نکل کر بڑے قبرستان میں داخل ہوں تو حضرت سلطان العارفین کے دادا حضرت سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے، جسے چند سال پہلے کسی معتقد نے پختہ کر کے اس کے گرد ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا دیا ہے، لوح پر نام بھی لکھ دیا گیا ہے۔ کسی زمانہ میں اس کے اوپر کہُو (جنگلی زیتون) اور پھُلاہ کے دو بڑے درخت تھے۔ اب کہُو کا درخت تو گر گیا ہے مگر پھُلاہ باقی ہے۔ اِس مزار پر گنٹھیئے کے مریض آتے ہیں اور حاضری کے بعد شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک عوام میں

، جن کو صاحبِ مزار کے نام کا علم نہ ہوتا تھا ارواح کو ثواب بخشتے ہوئے یہ کہنے کا رواج رہا ہے کہ اُس بزرگ کی ارواح جس کی قبر پر کہُو اور پھُلاہ (اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچے جس کی قبر پر کہُو اور پھلاہ کے درخت ہیں)

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان دودھیال، ننھیال دونوں طرف سے فقر و درویشی کا وارث رہا ہے اور ان کے آثار و مزارات کی برکت کا لوگوں میں شروع سے چرچا رہا ہے۔

گو حضرت سلطان العارفین کا خاندان یہاں کی زمینیں اور جائیدادیں چھوڑ کر شور کوٹ میں مقیم ہو گیا مگر ان کے خاندان کے لوگ اپنے اسلاف کی جائے سکونت اور ان کے مزارات کی زیارت کے لئے ہمیشہ آتے رہے۔ خود مصنفِ مناقبِ سلطانی حضرت سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے (ص ۵۴۳) اس وقت حضرت مُحمّد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا ٹھکانہ وادیٔ سون کے گاؤں اوچھالی میں موجود ہے، جہاں ان کے والدِ بزرگوار اور پھر ان کے صاحبزادگان گرمیوں میں آکر قیام پذیر ہوتے تھے (اوچھالی کا گاؤں جھیل کے کنارے آباد پُر فضا اور خوب صورت جگہ ہے) اسی طرح سلطان محمد عبدالعزیز علیہ الرحمتہ کے صاحبزادگان تو اب مستقل طور پر وادی کے مرکزی قصبہ نوشہرہ میں قیام پذیر ہیں۔ جہاں ہر سال وہ عرس کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

پُرانے معتقدین بتاتے ہیں کہ موجودہ دور کی (رسل و رسائل کی) سہولتوں سے پہلے اس صدی کے اوائل تک اس وادی سے شور کوٹ تک پیدل یا گھوڑے پر سفر تقریباً پانچ دِنوں میں طے ہوتا تھا۔ خوشاب کے پتن سے دریائے جہلم میں اگر کشتی کے ذریعہ شور کوٹ تک سفر کیا جاتا تو ایک دو دن کی بچت ہو جاتی تھی۔ فاصلہ یہاں سے کوئی ایک سو کوس شمار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت سلطان العارفین اور ان کی جدِ اولاد نے بھی اسی طرح اتنے ہی دنوں میں یہ سفر طے کئے ہوں گے۔

www.yabahu.com

ہمیں یہ معلوم نہیں کہ حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ، جن کا مزار اب انگہ میں ہے، کے کتنے بیٹے تھے مگر ان کے صاحبزادے حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے، جنہوں نے یہاں سے نقل مکانی کی ہے۔ اس کی تفصیل "مناقبِ سلطانی" نے لکھی ہے۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے والدین

حضرت سلطان باھو کے دادا: حضرت سلطان فتح محمد (مزار واقع انگہ، داوئ سون سکیسر)

والد: حضرت سلطان بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ

والدہ: حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا،

(نانا اور نانی کے مزارات انگہ میں ہیں۔)

اجداد کی جائے سکونت: انگہ (وادئ سون سکیسر، ضلع خوشاب)

حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ حافظِ قرآن اور پرہیزگار و نیکوکار انسان تھے مگر کسی خانقاہ یا مدرسہ میں مقیم نہ ہوئے بلکہ سپاہی پیشہ مردوں کا طریقہ اختیار کر کے دہلی پہنچے اور شاہجہان کے لشکر میں ملازم ہو کر منصب دار ہوئے۔ اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ آپ نے جوانی میں کوئی شادی کی یا نہیں، البتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے آپ نے ادھیڑ عمر میں نیا نکاح کیا (مناقبِ سلطانی کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی آپ نے نکاح کئے تھے مگر اولاد نہ ہوئی۔)

بہر صورت جوانی تو سلطانی لشکر کے ساتھ مہمات میں بسر ہو چکی تھی اور اولاد نہیں تھی، اب ڈھلتی عمر میں ایک بار آپ واپس اپنے علاقے میں آئے تو اپنی ایک رشتہ دار ہم کفو خاتون بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔

حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اپنی پاکیزگی اور پارسائی میں اپنے خاندان

میں معروف تھیں، اکثر ذِکر میں مشغول رہتی تھیں، نیز صاحبِ کشف تھیں۔ یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم تھی، وگرنہ آپ کے اپنے شوہر کے پاس شور کوٹ چلے جانے کے بعد اس چٹان کو یادگار کے طور پر محفوظ رکھنے کا خیال کسی کو نہ آتا۔ حضرت سلطان باھو نے اپنی والدہ پر طاری ہونے والی ذکر کی کیفیات کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت بی بی راستی صاحبہ کو الہاماً یا کشفاً علم ہو چکا تھا کہ اُن کے ایک فرزند ہوگا، جو قُربِ الٰہی میں بڑا مرتبہ پائے گا اور اس کی ابتدائی تربیت آپ کی آغوش میں ہی ہوگی۔

حضرت سلطان بازید محمد جب اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگے تو ان کی پارسائی اور عبادت گذاری سے بہت متاثر ہوئے۔ اب وہ خود عمر کے اس مرحلے پر تھے جہاں آدمی اپنے اندر تجزیے میں مصروف ہوتا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔ انہوں نے جب اپنے سابقہ اعمال کا اپنی بیوی کے ذِکر و فکر اور ذوق و شوق سے موازنہ کیا تو وہ کہیں کمتر نظر آئے، چنانچہ انہوں نے دل ہی دل میں طے کر لیا کہ آئندہ اسبابِ دُنیاداری سے الگ رہ کر وہ بھی صرف یادِ خدا میں زندگی بسر کریں گے۔

پھر یہ ہوا کہ کسی کو بتائے بغیر آپ ایک دن گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھر سے نکل گئے، چلتے چلتے ملتان جا پہنچے، اس وقت تک شاہجہانی لشکر میں آپ کی غیر حاضری کی شکایت ہو چکی تھی، چنانچہ دو طرف سے تلاش شروع ہوئی، ایک تو سرکاری طور پر ملک کے ہر صوبیدار کے پاس آپ کا نام اور حلیہ بیان کر کے حکم جاری ہوا کہ ایسا شخص ملے تو اُسے دہلی شاہی لشکر میں پہنچا دیا جائے اور دوسرے آپ کے علاقے سے کچھ رشتہ دار یا خدام روانہ ہوئے کہ کہیں سے آپ کا اتا پتہ ملے تو واپس لائیں۔

ملتان میں بھی شاہی حکم نامہ پہنچ چکا تھا، اِس لئے آپ پہچانے گئے اور آپ کو ناظم ملتان کے سامنے پیش کیا گیا۔ ناظم آپ کی باتوں سے متاثر ہوا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ آپ کو لشکرِ شاہجہانی میں نہیں بھیجا، بلکہ اپنے ہاں رہنے اور عبادت میں مشغول رہنے

www.wabahu.com

کی اجازت دی اور دو روپے روزینہ بطور وظیفہ مقرر کئے -

چند ہی ماہ گذرے تھے کہ ناظمِ ملتان اور راجہ بیکانیر کے درمیان لڑائی چھڑ گئی ۔ حضرت سلطان بازید محمد نے اس وقت مناسب سمجھا کہ ناظم کی مدد کی جائے' آپ ناظم سے ملے اور فوج سے الگ ہو کر تنہا لڑنے اور مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی۔ ناظم چونکہ آپ کی شخصیت سے متاثر تھا' اس نے اپنے خدام سے کہا کہ جیسے یہ کہیں ویسا ہی کرو ۔ آپ نے ناظم کے ہاں سے دشمن راجہ کی تصویر حاصل کی اور ایک راستہ جاننے والے کو ساتھ لے لیا۔ سیدھے اس راجہ کی راجدھانی میں جا پہنچے-

شہر سے باہر آپ نے اپنے ہمراہی کو رخصت کیا اور بلا جھجک راجہ کے دربار میں جا پہنچے' اکیلے آدمی سے کوئی کیا خائف ہوتا- راجہ اور اس کے درباری سمجھے کہ کوئی پیغامبر یا سفیر ہے' جو بے دھڑک آرہا ہے۔ کسی نے آپ کو نہ روکا' آپ نے قریب پہنچ کر بجلی کی سی سرعت سے تلوار نیام سے نکال کر سونت لی اور وار کر کے راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ سب کچھ اسقدر ناگہانی اور غیر متوقع طور پر ہوا کہ دیکھنے والے چند لمحوں کے لئے ششدر رہ گئے مگر ان چند لمحوں میں اسی تیزی کے ساتھ آپ نے راجہ کا سر اٹھایا اور دوڑ کر دربار سے باہر نکلے اور اپنی خاص گھوڑی پر سوار ہو کر ہوا ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ گو دروازے بند کر لئے گئے تھے مگر گھوڑی قلعہ کی ایک دیوار پر سے کود گئی اور اس قدر برق رفتاری کا مظاہرہ کیا کہ تعاقب کرنے والے گردِ راہ کی طرح پیچھے رہ گئے-

مناقب سلطانی کے مصنف نے ملتان کے گردونواح میں لطف آباد کے قریب "رانواں کلاں" کے جس گاؤں کی جاگیر کا ذکر کیا ہے' عین ممکن ہے کہ ناظمِ ملتان نے ہی سرکارِ دہلی کی منظوری سے یہ گاؤں آپ کو بطور انعام دیا ہو۔ آپ کی بہادری کا جب اِدھر اُدھر چرچا پھیلا تو وادیٔ سون سے فرستادہ خدام بھی ملتان پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے جب تحقیق کے بعد معلوم کر لیا کہ حضرت سلطان بازید محمد کا ہی کارنامہ ہے اور وہ ملتان میں ہیں تو انہوں نے آپ کے گھر والوں کو یہ اطلاع پہنچا دی' جس پر ایک

زوجہ حضرت بی بی راستی کے دو بھائی ملتان آئے اور آپ سے واپس آنے کی درخواست کی -

حضرت سلطان بازید محمد نے کہا کہ ایک بار گھر جاؤ اور اپنی بہن سے پوچھ کر آؤ کہ آیا وہ بھی چاہتی ہیں کہ میں واپس چلا آؤں ؟ اگر انہوں نے ایسا خیال ظاہر کیا تو میں چلا آؤں گا-

جب بھائیوں نے حضرت بی بی راستی کو یہ سب کچھ بتایا تو اس وقت انہوں نے اپنا کشف ظاہر فرمایا اور بتایا کہ ان کے پیٹ میں جو فرزند ہے' وہ بہت بڑا ولی اللہ ہو گا اور اس دُنیا میں اس کا ظہور چناب دیس میں مقدر ہے اور ہمارے لئے بھی یہی طے ہے کہ ہمیں وہیں رہنا ہو گا۔ اس پر بھائیوں نے حضرت بی بی راستی کو ملتان پہنچا دیا -

اُدھر شاہ جہانی لشکر میں رپورٹ پہنچ چکی تھی کہ سلطان بازید محمد' ناظمِ ملتان کے پاس حاضر ہیں۔ چنانچہ ناظم کے نام حکم نامہ جاری ہوا کہ سلطان بازید محمد کو شاہی لشکر بھیج دیا جائے۔ سلطان بازید محمد نے اس حکم کے جواب میں ناظم ملتان کے توسط سے درخواست ارسال کی کہ اب وہ باقی ماندہ عمر یادِ خدا میں مشغول رہنا چاہتے ہیں' انہیں اس کی اجازت دی جائے۔ ان کی سابقہ خدمات کے پیشِ نظر یہ درخواست نہ صرف منظور ہوئی' بلکہ شورکوٹ کی جاگیر بھی انہیں عطا ہوئی' جہاں وہ اپنے وِصال تک اہل و عیال کے ساتھ قیام پذیر رہے-

جاگیر -- شورکوٹ

صاحبِ مناقب سلطانی نے شورکوٹ کی وسیع جاگیر کا حدود اربعہ اور اس کا رقبہ بھی بیان کیا ہے۔ اس زمین میں پچاس ہزار بیگھہ زمین شامل تھی۔ اس جاگیر کی ایک حد قلعہ کے دروازے سے متصل تھی اور اس سے متعلق چند کنوئیں مصنف کے زمانہ تک سجادہ نشینوں کے قبضے میں تھے -(۲)

ہم اس دور کے حالات کے پیشِ نظر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس جاگیر کا بیشتر

www.yabahu.com

حصہ دریا کے کنارے "جنگل بیلا" کی صورت میں ہوگا۔ زرعی زمین میں کنوؤں کے ذریعہ آبپاشی اور کاشت ہوتی ہوگی یا بارانی زمین میں بارش پر انحصار ہوگا۔ یہ سب زمین مزارعین کے زیرِ اہتمام رہی ہوگی۔

انتظام کی کیا صورت ہوگی ؟۔ ظاہر ہے کہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں ہی حضرت سلطان بازید محمد کا تو انتقال ہو گیا تھا' نئی نئی ملی ہوئی جاگیر کو سلطان بازید محمد نے کچھ سنبھالا ہوگا اور ان کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کارندوں کے ذریعے کچھ بندوبست کرتی رہی ہوں گی لیکن "مناقب سلطانی" کے مطالعہ پر بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اغلباً شوہر کی وفات کے بعد یہاں سے ملتان کے قریب واقع اس گاؤں میں چلی گئی تھیں جو حضرت سلطان محمد بازید کو شاید ناظم ملتان کی طرف سے ملا تھا۔ سلطان حامد صاحب کی روایت کے مطابق حضرت سلطان العارفین کے متعلقین کا گزارہ بھی اسی رقبہ سے حاصل شدہ آمدنی پر تھا۔ حضرت بی بی راستی کے جانے کے بعد شور کوٹ کی جاگیر کا بہت سا رقبہ ملکیت کے لحاظ سے نہیں تو عملی طور پر مزارعین کے قبضہ میں چلا گیا ہوگا۔

حضرت سلطان العارفین جب بلوغت کی عمر کو پہنچے تو گو جیسا کہ آپ بار بار لکھتے ہیں' آپ کی سکونت شور کوٹ میں رہی مگر جاگیر کا وہی حال رہا ہوگا کیونکہ آپ کی زندگی کا رنگ ڈھنگ ہی جدا تھا' وہاں تو ان معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ کام بھی اور تھا اور منزل بھی دوسروں سے مختلف تھی۔ کبھی کبھی آپ خود کھیتی باڑی کرنے لگے تھے مگر جب جذبہ طاری ہوتا تھا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اِدھر اُدھر کی سیر کو نکل جاتے تھے۔

گو صاحبِ مناقبِ سلطانی نے لکھا ہے کہ اب تک وہ جاگیر آنحضرت کے مزار کے سجادہ نشینوں کے قبضہ میں ہے مگر انہی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زیادہ تر حصہ پر مزارعین قابض تھے' البتہ کچھ حصہ یقیناً اس وقت تک حضرت سلطان العارفین کی زیرِ ملکیت ضرور موجود رہا ہوگا۔ آپ کے والد حضرت سلطان بازید

محمد نے شور کوٹ میں وفات پائی اور یہیں ان کا مزار موجود ہے' جہاں عقیدت مند حاضری ضروری سمجھتے ہیں۔

موجودہ روضہ میں دوسری قبر آپ کی والدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کی ہے۔ شور کوٹ میں اِس روضہ کے سجادہ نشین اور متولی حضرت حاجی سلطان عبدالمجید صاحب دام اقبالہ' ہیں۔

صاحبِ مناقبِ سلطانی کی روایات کے مطابق حضرت سلطان باھو کے والد محترم کا تو بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا مگر والدہ ماجدہ تادیر زندہ رہیں حتیٰ کہ چالیس سال کی عمر میں حضرت سلطان العارفین کو ایک پیش آمدہ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت کی والدہ ابھی تک زندہ تھیں۔

وِلادت حضرت سلطان العارفین سلطان باھوؒ

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ' شور کوٹ میں ۱۶۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی کے بیان کے مطابق حضرت بی بی راستی صاحبہ جب انگہ (وادی سون سکیسر) سے شور کوٹ پہنچیں تو حمل سے تھیں اور انہیں الہاماً وکشفاً معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بچہ ولیٔ کبیر ہوگا اور اس کی ولادت چناب دیس میں ہوگی۔

صاحبِ مناقبِ سلطانی نے جس طرح واقعات کو ترتیب سے لکھا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان بازید محمد شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک جذبہ کے تحت اپنے دیس سے روانہ ہو کر ملتان پہنچ گئے تھے' بعد میں حضرت بی بی راستی آپ کے پاس چلی آئی تھیں اور یہاں حضرت سلطان العارفین کی ولادت ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو ایک بزرگ نے اپنی غیر مطبوعہ یادداشتوں میں لکھی ہے کہ حضرت سلطان باھو سے پہلے بی بی صاحبہ کے بطن سے تین بچے متولد ہوئے' ان کی ولادت پر حضرت بی بی راستی ان کو توجہ دیتیں تو وہ برداشت نہ کر پاتے اور ان کا انتقال ہو جاتا تھا۔ حضرت بی بی صاحبہ جان لیتی تھیں کہ یہ وہ موعود بچہ نہیں تھا

www.yabahu.com

جس کی انہیں الہامی طور پر خبر دی گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ حضرت سلطان باھو پیدا ہوئے تو انہوں نے توجہ قبول کرلی' اس پر اُن کی والدہ جان گئیں کہ یہ وہی بچہ ہے۔ اس روایت کی کہیں اور سے تصدیق یا تردید کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔(۳)

وِلادت اور اِسمِ گرامی

آپ کی والدہ کو چونکہ علم تھا کہ روحانیت میں ان کے فرزند کا پایہ بلند ہوگا اور وہ مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوں گے' اس لئے آپ کا نام "باھو" رکھا۔ خود فرماتے ہیں :

؎ نام باھو مادرِ باھو نہاد زانکہ باھو دائمی با ھو نہاد

(محک الفقرا کلاں۔ ص ۹۴)

(باھو کی ماں نے نام باھو رکھا کیونکہ باھو ہمیشہ ھو کے ساتھ رہا)

یہ معلوم نہیں کہ سلطان آپ کے نام کا حصہ تھا یا بعد میں مقامِ رُوحانیت پر فائز و متمکن ہونے پر آپ کا لقب ٹھہرا۔(۴)

فقیر نُور محمد علیہ الرحمتہ نے آپ کے اسمِ گرامی میں حکمت کے بارے لکھا ہے : "آنحضرت قدس سرہ' العزیز اسم باھو کے عین مظہر ہیں اور اپنی کتابوں میں ہر جگہ اپنے آپ کو فقیر باھو فنافی عین ذات یاھو ذکر فرماتے ہیں اور جابجا اپنی فنا اور بقا اسی اسمِ ھو میں بیان فرماتے ہیں --- چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں " اگر بائے بشریت حائل نبودے باھو عین یاھو است' یعنی اگر بشریت کی باء درمیان میں حائل نہ ہوتی تو باھو عین یاھو تھا اور نیز فرماتے ہیں :-

باھو با یک نقطہ یاھو می شود

وِردِ باھو روز و شب یاھو بود

یعنی باھو ایک نقطہ سے یاھو بن جاتا ہے اور باھو کا وِرد دن رات یاھو رہتا ہے' اور ایک مصرع میں فرماتے ہیں۔

تو نمی دانی کہ باھو باخدا است

یعنی اے طالب! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ باھو کے معنی ہیں : باخدا یعنی خدا کیساتھ واصل اور موصل۔ اور اس بیت میں عجیب رمز ادا فرماتے ہیں۔

ہر چہ خواہی طالب! از باھو بیاب

اسم باھو چیست؟ یعنی کنج وہاب

اے طالب! تو جو کچھ بھی چاہے' باھو سے طلب کر کیونکہ اسمِ باھو اُلٹا اور معکوس وھاب ہے یعنی اسمِ باھو کو اگر اُلٹا دیا جائے تو اسمِ وہاب بن جاتا ہے ----- --- آپ کے اسم باھو کے عدد حساب ابجد چودہ ہوتے ہیں۔ اسی عدد کے حساب سے چاند مکمل ہو کر بدر بن جاتا ہے اور انسان کا بچہ بلوغت اور شباب کو پہنچتا ہے اور یہ عدد کائنات کے سات انواع کا دُگنا ہے اور اگر اسی چودہ (۱۴) کو دُگنا کیا جائے تو چاند کے اٹھائیس اور حروفِ تہجی کے اٹھائیس حروف بن جاتے ہیں کیونکہ چاند کی تیس تاریخوں میں دو دِن چاند غائب رہتا ہے اور وہ محسوب نہیں ہوتے اور حروفِ تہجی کے تیس حروف ہیں' ہمزہ اور الف اور نیز لا ایک شمار ہوتے ہیں' باقی اصلی حروف اٹھائیس رہ جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس پاک اسم کے اسرار اور معارف اگر شمار کئے جائیں تو ایک دفتر بن جائے گا۔ آپ کے اسم مبارک میں اللہ تعالیٰ کے اسماء عظام کی سی تاثیر اور برکت پائی جاتی ہے' کیونکہ جو فقیر اللہ تعالیٰ کے انوارِ ذاتی میں فنا اور بقا کُلی حاصل کر لیتے ہیں اُن کے اسماء میں بھی اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم کی سی تاثیر پائی جاتی ہے۔"

(مخزنِ اسرار۔ ص ۱۷۵)

بچپن سے ہی دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو ہندو اور سکھ تک کلمہ پڑھنے لگ جاتے تھے۔ حتیٰ کہ انہیں آپ کے والد سے کہنا پڑا کہ بچے کو وقت بے وقت ان کے سامنے نہ لایا جائے کیونکہ اُن کا دھرم خراب ہونے کا اندیشہ ہے -

ابھی آپ کمسن تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی سرپرستی' پرورش اور

www.yabahu.com

تربیت کی ذمہ داری براہِ راست آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑی جو نہایت دُوراندیشی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہوئیں۔

حضرت بی بی راستی علیہ رحمہ جانتی تھیں کہ اُن کا بچہ مادر زاد وَلی ہے---- مادر زاد ولی وہ ہوتا ہے جسے وہ قوتیں پیدائشی طور پر حاصل ہوتی ہیں جو دوسرے لوگ محنت اور ریاضتِ شاقہ کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس منزل پر دُوسرے ولی بعد از رنج و تعب پہنچ پاتے ہیں، وہاں سے مادر زاد ولی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

حضرت بی بی راستی اپنے پیدائشی طور پر ولی بیٹے کی مُرسلی اوّل تھیں۔ آپ کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر ذِکر کرنے کے ابتدائی طریقے آپ نے اپنی والدہ سے ہی سیکھے اور خود اپنی والدہ کے احوال وواردات کے شاہد بنے۔

ظاہری تعلیم آپ نے کہاں سے حاصل کی، اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ کافی کچھ ظاہری تعلیم آپ نے ضرور حاصل کی (ممکن ہے حافظِ قرآن بھی ہوں کیونکہ حفاظ کی طرح آپ اپنی کتب میں قرآنی آیات کے حوالے دیتے چلے جاتے ہیں) مگر شاید غلبۂ واردات و جذبات کی وجہ سے کسی نصاب یا درس کی تکمیل نہ کرپائے۔ اسی کو انہوں نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ: "ایں فقیر را ظاہری علم چنداں نہ بود" (یعنی اِس فقیر کو ظاہری علم کچھ زیادہ نہ تھا) مگر جذب و شوق میں آپ اس مقام پر پہنچے جہاں علوم ظاہر و باطن آپ کے قلب پر براہِ راست القا ہونے لگے۔ فرمایا:-

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر
زعلم باطنی، جان گشتہ طاہر

(اگرچہ ہمیں علم ظاہری کچھ زیادہ نہیں تھا مگر علمِ باطنی سے یہ حال ہوا کہ رُوح پاک ہوگئی) پھر جو کچھ آپ کے منہ سے یا قلم سے نکلا، سراسر الہام والقاءِ الٰہی تھا۔ اسی لئے

آپ کے ابیات ہوں یا نثری کتب، ان کی تاثیر دوسرے صوفی بزرگوں کی کتب سے بالکل الگ اور قوی تر ہے ہر بیت دِل میں اُترتا چلا جاتا ہے اور ہر جملہ دماغ اور ذہن کے گوشوں کو منوّر کرتا چلا جاتا ہے۔ ذہن نشینی کا عالم یہ ہے کہ بغیر کوشش اور سعی کے ابیات اور نثری جملے خود بخود حافظے میں اترتے چلے جاتے ہیں اور مستحضر رہتے ہیں۔

سلوک : سیر و سفر

جب آپ نے ہوش سنبھالا تو والدہ ہی نے آپ کو اِس طرف توجہ دلائی کہ سفر پر نکلو، اپنے دَور کے فقراء سے ملو اور مشائخ کے مزارات پر حاضری دو۔(۵)

یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلے تھے اور کسی کے ہاتھ پر ظاہری بیعت کر کے فیض حاصل کرنا چاہتے تھے تو یہ بات کچھ درست نظر نہیں آتی، اسے تسلیم کرنے میں چند اُمور مانع ہیں۔ اوّل یہ کہ: آپ مادر زاد ولی تھے اور وہ خصوصیات آپ کو پہلے سے حاصل تھیں، جو ظاہری مرشدی اور تعلیم و تلقین سے مرد راہ کا نصیبہ بنتی ہیں۔ البتہ مادر زاد ولی میں جو بنیادی قوتیں پیدائشی طور پر پائی جاتی ہیں، ان کو وسعت دینے اور عروج تک پہنچانے کے لئے مزید تجربات و واردات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضرورت اوائل میں سیر و سفر (ظاہری و باطنی) کے مشاہدات، فقیروں اور درویشوں کی صُحبت و ملاقات، مزاراتِ مشائخ کی زیارات اور الٰہی صفات کے ظاہری و باطنی مظاہر و تجلیات سے پوری ہوتی ہے۔ دوم: حضرت سلطان باھو کی پہلی مُرسلی اُن کی والدہ مکرمہ تھیں جو خود ایک کامل ولیہ تھیں پھر اُنہیں جو فتحِ کبیر عطا ہوئی یعنی اویسی طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست حصولِ فیض کا کشف ہوا تو اس نے انہیں ظاہری مرشدی سے بے نیاز کر دیا۔ سوم: حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرّہ، نے اپنی کتب میں سے کسی میں ذکر نہیں کیا کہ وہ کہیں ظاہری طور پر مرید ہوئے، جب کہ مذکورہ اویسی فیض کا بار بار ذکر فرماتے ہیں۔ یہ بات ان کی شکر گزار طبیعت سے بعید ہے کہ انہوں نے کہیں سے فیض پایا اور اس کا ذِکر نہ

www.yabahu.com

کریں۔

صاحب مناقب سلطانی کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں ہی آپ کو اویسی طور پر سب کچھ عطا ہو چکا تھا' انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کی سند کے ساتھ بالتفصیل بیان کیا ہے کہ جب آپ "سِن رُشد و تمیز یا سِن بلوغت کو پہنچے تو ایک روز حضرت علیؓ اپنی پوری شان سے آپ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں لے گئے جہاں صحابہ کبارؓ موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور فرمایا میرے ہاتھ پکڑو' پھر بیعت فرمایا اور تلقین کی۔ یہاں تک کہ درجات اور مقامات کا حجاب باقی نہ رہا۔ اوّل و آخر یکساں ہو گیا۔"

تلقین سے مشرف ہونے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا "تو میرا فرزند ہے۔ پھر آپ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے قدم چومے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔ بعد ازاں آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا اور خلقت کے ارشاد و تلقین کا حکم صادر ہوا۔

صاحب مناقب سلطانی فرماتے ہیں: "اس روز سے آپ پر ذاتِ الٰہی کے جذبات و انوار اسطرح متجلی ہونے شروع ہوئے کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدا رسیدہ بنا دیتے تھے ---- اور اللہ تعالیٰ کے لاکھوں طالبوں کو بامراد کرتے تھے۔" (ص ۱۷-۱۹)

حیرت یہ ہے کہ اس کے باوجود پھر حضرت سلطان العارفین کے اپنے لئے کسی مرشدِ کامل کی تلاش میں نکلنے اور کسی بزرگ سے "ازلی نصیبہ" کے پانے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ازلی نصیبہ تو حضرت سلطان العارفین کو دنیا میں ظہور کے ساتھ ہی بلکہ اس سے بھی کہیں پہلے مل چکا تھا اور والدہ اُن کو راستے پر بھی ڈال چکی تھیں۔

اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ یہ سب سیر و سفر کسی مرشد کی تلاش کے لئے نہ تھا بلکہ ولایت کی انتہائی منزلوں تک رسائی اور تکمیل کے لئے تھا۔ ان منزلوں تک پہنچنے

کے لئے سیر و تفریح کے ذریعہ مختلف سطح پر تجلیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ و تجربہ مطلوب ہوتا ہے چنانچہ اسی خاطر آپ گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

بتایا گیا ہے کہ جب آپ اپنی والدہ کی ہدایت پر اس غرض سے روانہ ہوئے تو آپ کی ایک یا دو بیویاں گھر پر موجود تھیں (مناقب سلطانی ص ۴۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوائل عمر میں ہی آپ کی شادی ہو چکی تھی۔

فقیروں اور درویشوں سے ملاقات

"مناقبِ سلطانی" میں آپ کے سیر و سفر کے جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائلِ زمانہ میں کئے اور بعض ارشادِ خلق کے حکم کی تعمیل کے لئے کئے گئے۔ پھر بعض اوقات آپ نے تنہا سفر کئے ہیں اور بعض مواقع پر ایک یا ایک سے زائد درویش بھی آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

ابتدائی دور میں آپ نے حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی ہے اور وہاں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں دعوت پڑھی ہے (یعنی اکیلے میں' قبر کے اوپر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس طرح پڑھنے کو آپ دعوت کہتے ہیں لیکن بار بار یہ وضاحت کرتے ہیں کہ صرف خواص ہی یہ دعوت پڑھ سکتے ہیں۔)

اسی موقع پر ایک ہندو ساہوکار کی لڑکی مسلمان ہوئی اور آپ کی زوجیت میں آئی۔

اسی طرح ایک بزرگ عبدالرحمٰن قریشی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی دعوت پڑھی لیکن یہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا کہ آپ کے دونوں پاؤں پر آبلے پڑ گئے۔ جب آپ مزار سے نیچے اُترے تو حضرت سلطان العارفین نے فرمایا "تو نامراد اور لاولد فقیر ہے' ہم صاحبِ اولاد ہیں' ہماری اولاد میں سے کوئی بھی تمہاری قبر پر نہیں آئے گا۔ (مناقبِ سلطانی ص ۳۸)

www.yabahu.com

اسی دور میں کئی اور بزرگوں کے مزارات پر بھی گئے ہوں گے۔ آپ کی کتاب "گنج الاسرار" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حجرہ شاہ مقیم کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور شاید وہاں کے سجادہ نشینوں سے بھی ملے۔ آپ نے اِس نثری کتاب میں یہ اشعار رقم فرمائے ہیں :-

ہر کرا پدرش بود عارف مقیم — چوں نباشد ولد بر راہ مُستقیم
شرف زاں لعل بہاول باوِصال — نظر بر قبرش بکن شوریدہ حال

(جس کا والد بزرگوار عارف مقیم ہو' اس کا بیٹا صراطِ مستقیم پر کیوں کر نہ ہوگا۔ لعل بہاول باوصال سے اسے یہ شرف ملا۔ اے شوریدہ حال! ان کی قبر پر نظر رکھ)

دریائے راوی کے کنارے واقع گڑھ بغداد میں ایک شیخ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری مشہور تھے۔ اُن کی خدمت میں آپ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے حضرت سلطان العارفین کو آزمانے کی کوشش کی مگر ہر بار حضرت سلطان العارفین کو قوت وہمت میں خود سے بڑھ کر پایا۔ آخر کو آپ سے درخواست کی کہ میرے شیخ حضرت پیر سید عبدالرحمٰن قادری دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں تشریف لے جایئے۔

صاحبِ "مناقب سلطانی" کے بیان کے مطابق دہلی کے اس سفر میں بھکر کے ایک درویش سلطان حمید آپ کے ساتھ تھے۔ وہ آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ حضرت پیر عبدالرحمٰن قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پیر صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لئے گئے--- پس آپ نے مرشدِ کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم سے ایک ہی دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے' مل گیا۔" (ص ۴۴)

پھر وہ واقعہ لکھا ہے کہ اسی روز جمعہ کے دن حضرت سلطان العارفین جامع مسجد (دھلی) گئے تو تمام حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ شہنشاہ اورنگزیب مع

قاضی و کوتوال' مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی دست بستہ توجہ کی درخواست کی' جس پر آپ نے بادشاہ سے پہلے یہ عہد لیا کہ ہمیں اور ہماری اولاد کو شاہی انعام واکرام سے نہیں نوازا جائے گا' "تاکہ تمہارے دُنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیال و اولاد میں دُنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں اور گمراہ نہ ہو جائیں۔" (ص ۴۵) اورنگزیب نے اقرار کیا اور پھر آپ نے اس کو توجہ دی۔ اس موقع پر جو مکالمہ آپ سے منکشف ہوا وہ شاہی کاتبوں نے ریکارڈ کر لیا اور اب یہ رسالہ "اورنگ شاہی" کے عنوان سے دستیاب ہے -(۶)

تب آپ دہلی سے لوٹ آئے۔

"شیخِ ما" : حضرت سلطان العارفین کے مُرشد

"مناقبِ سلطانی" کے مصنف نے انہی عبدالرحمٰن قادری (رحمۃ اللہ علیہ) کو حضرت سلطان العارفین کا ظاہری مرشد مانا ہے اور ایک شجرۂ طریقت بھی نقل کر دیا ہے مگر مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے قبل انہوں نے حضرت سلطان باھوؒ کا ایک کشف بھی لکھا ہے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین کو سب مطلوبہ فیض اویسی طور پر مل چکا تھا اور بارگاہِ نبوی (ﷺ) سے بوسیلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ') خلقِ خدا کو ہدایت دینے کا حکم صادر ہو چکا تھا۔

کشف کا یہ واقعہ مصنفِ مناقب سلطانی حضرت سلطان حامد صاحب نے "اپنے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ سنا ہے۔" (ص ۱۸)

یہ کشف عین بیداری میں ہُوا۔ آپ ایک دِن شور کوٹ کے آس پاس کہیں کھڑے تھے کہ "اچانک ایک صاحبِ نُور' صاحبِ حشمت اور بارُعب سوار نمودار ہُوا۔ جس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بٹھالیا۔"---- یہ حضرت امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ' تھے۔ بعد ازاں جو کچھ پیش آیا اُس کی تفصیل گذشتہ سطور میں نقل کی جا چکی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضری اور صحابۂ

www.yabahu.com

کبار اور اھلبیت (رضوان اللہ اجمعین) کی برکت سے مملو ہو کر آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا۔

"رسالہ رُوحی" میں حضرت سلطان العارفین جب ارواحِ سلطان الفقر کا ذکر کرتے ہیں تو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں :-

یکے روحِ شیخ ما 'حقیقۃ الحق' نُورِ مُطلق' مشہود علی الحق' حضرت محبوب سُبحانی" (ایک رُوح ہمارے شیخ 'حقیقۃ الحق' نور مطلق 'مشہود علی الحق حضرت محبوب سبحانی ہیں)

اب اگر اِس کشف کے بیان اور پیر عبدالرحمٰن قادری کی ملاقات کی روایت کا موازنہ کیا جائے تو تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب اس "فتح کبیر" کے بعد حضرت سلطان العارفین پر تجلیاتِ ذاتی وارد ہونے لگیں اور خود ارواحِ جلیلہ نے آپ کو رُشد و ہدایت کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا پھر کسی پیر سے "ازلی نصیبہ" پا لینے کا کیا سوال ہے ؟ آپ تو خود ہی شروع سے مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

"مناقبِ سلطانی" میں یہ بھی لکھا ہے : "چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ 'مادرزاد ولی تھے۔ اس لئے روزِ پیدائش سے ہی صاحبِ اسرار تھے۔ نیز آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انوارِ ذات کی تجلّیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور وِرد و وظیفہ کے لئے فرصت نہیں۔ میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں" (ص ۲۴)

اگر ظاہری علم یا درود و وظیفہ کی فرصت و ضرورت نہ تھی تو پھر ظاہری مرشدی کی ضرورت سے بھی آپ اسی طرح بے نیاز تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے تہذیبی زوال کے دور میں مختلف حلقوں اور شعبوں کے متاخرین کے ہاں صرف ظاہری نظام کے قواعد کا التزام اور اس

کی غیر ضروری تاکید ہی باقی رہ گئی تھی 'اسی طرح طریقت میں بھی روایت کی ظاہری صورت کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھا دی گئی تھی۔ شاعری میں اگر کوئی کسی کو اپنا استاد ظاہر نہیں کر سکتا تھا تو اس کو بے اُستاد ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا' اسی طرح طریقت جو اپنے تئیں کسی پیر سے منسلک ظاہر نہ کر سکتا تھا' وہ بے پیر کہلاتا تھا۔ جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے۔ انہوں نے تو اس کی ہرگز پرواہ نہیں کی اور اپنے رسائل و کتب میں کسی حبیب اللہ شاہ اور پیر عبدالرحمٰن قادری کا ذکر نہیں فرمایا' اس کے برعکس اپنے اویسی فیض اور مذکورہ کشف کا اکثر ذکر کیا ہے مگر شاید بعد میں آنے والوں نے ضروری سمجھا کہ اس دور کے مخصوص تہذیبی پس منظر میں اپنے جدِّ امجد کو کسی نہ کسی روایتی شجرۂ طریقت سے منسلک دیکھیں اور دکھائیں۔ یوں ظاہری مرشد کا حوالہ اُن کے نزدیک لازمی ٹھہرا۔

مولوی محمد دین گجراتی نے پیر عبدالرحمٰن قادری سے حضرت سلطان العارفین کے تعلق کو محض "بشارت" دینے کی حد تک مانا ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے کہ پیر عبدالرحمٰن قادری نے "آپ کا ہاتھ پکڑا اور حجرے کے اندر لے گئے اور فرمایا : تُو تو مالا مال فیضانِ توحیدی سے ہے اور تیرے ہاتھ پر ہاتھ حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کا تُو تربیت یافتہ ہے' پس حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بشارت پاکر بازارِ دہلی میں تشریف لا کر بازاریوں پر توجہ فرمائی۔ پس دوکاندار' خاص و عام کو ایک عالمِ جذب کا ظہور میں آیا۔" (ص ۱۱)

بعد کے محققین میں فقیر نور محمد علیہ الرحمتہ اور جناب صاحبزادہ سلطان الطاف علی نے براہِ راست اویسی فیض کو ہی صحیح تسلیم کیا ہے۔ فقیر نور محمد صاحب نے لکھا ہے : "حضرت سلطان العارفین قدس سرہ' العزیز کی ظاہری بیعت کا کہیں سے سراغ نہیں ملتا' اور ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہوتا۔" (مخزنِ اسرار۔ ص ۲۶۰)

www.yabahu.com

سلطان الطاف علی صاحب نے بھی "ابیاتِ باھو معہ ترجمہ و شرح" کے دیباچے میں اسی طرح کا اقرار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے شیخ وہی تھے، جنہیں آپ نے جابجا اپنی کتب میں "شیخِ ما" لکھا ہے یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کی رُوحانی شان ایسی ہے کہ آپ "اپنی قبر میں زِندوں کی طرح تصرّف کرتے ہیں۔" (نمعات۔ شاہ ولی اللہ - ص ۱۲۷) اور آپ کے طریقہ کے بارے میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ہے کہ قادری طریقہ آفتاب کی مانند ہے اور دوسرے طُرق چراغوں کی مانند۔ باقی طریقے مٹ سکتے ہیں لیکن اسے اویسی طریق پر فیض رسانی کا شرف عطا ہوا ہے، جو قیامت تک جاری رہے گا۔ فرمایا :-

بغداد شریف دی کیہ نشانی، اُچیاں لمیاں چیراں ھو
تن مَن میرا پُرزے پُرزے جیوں درزی دیاں لیراں ھو
اِنہاں لیراں دی گل کفنی پاکے، رلساں سنگ فقیراں ھو
بغداد شریف دے کتوے منگساں، کرساں میراں میراں ھو

(بغداد کی نشانی، اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ دل میں گہرے اور لمبے زخم ہیں۔ تن من درزی کے ٹکڑوں کی طرح ہو رہا ہے۔ ان ٹکڑوں کا کفن گلے میں پہن کر فقیروں میں شامل ہو جاؤں گا۔ بغداد شریف میں گدائی کروں گا اور میراں میراں پکاروں گا۔

ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین کی سوانح لکھتے ہوئے حضرت غوث الاعظم کے علاوہ جن بزرگوں کا بھی کہیں ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف آپ کے پیرانِ صحبت تھے اور بس۔ ان سے کسی فیض کی نسبت غیر متعلق اور تحقیقی لحاظ سے ناقابلِ تسلیمات ہے -

یہ بھی سچ ہے کہ حضرت سلطان العارفین نے کئی مقامات پر اپنی کتب

میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ تیس سال تک مرشدِ کامل کی تلاش میں پھرتے رہے ہیں اور تیس سال سے کسی باصلاحیت طالب کی تلاش میں ہیں۔ اوّل تو تیس سال محض مُبالغہ کے لئے محاورۃً لکھا ہے مگر اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی ایسا مرشدِ کامل نہیں ملا، جو آپ کے معیار پر پورا اترتا ہو، یہاں تک کہ غیب سے آپ پر فیوض و برکات اور تجلیات و واردات کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اسی طرح کوئی ایسا طالب بھی آپ کو نہ مل سکا جو مکمل طور پر آپ کا روحانی وارث بنتا، یعنی جس طرح آپ صاحبِ کُل تھے اسی طرح وہ بھی صاحبِ کُل ہوتا۔ آپ کے نزدیک طلب کا معیار بھی بہت بلند تھا۔ حق یہ ہے کہ صاحبِ کُل تو لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہے، ہر ایک میں صاحبِ کُل بننے کی صلاحیت اور ظرف کہاں؟ جتنا کچھ بھی آپ کے مریدوں نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حاصل کیا، وہ بھی بہت تھا۔ وہ خود کیا، ان کے آثار و مزارات تک مرجعِ خلائق بن گئے۔

تعلیم و تلقین

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں ایک جگہ آزاد فقیر کی تعریف کی ہے کیونکہ آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب و رسوم کی جکڑبندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ آزاد فقیر ایک تو کسی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبور نہیں ہوتا، دوسرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت میں جاری رہتا ہے۔ عام طور پر وہ اس قدر ہمت و طاقت رکھتا ہے کہ سیر و سفر میں رہتے ہوئے روحانیت کی دولت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لٹاتا پھرتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ بھی تمام عمر اکثر و بیشتر سیر و سفر میں رہے۔ آپ کے بعض رسائل کے موضوعات و مضامین کی تکرار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وہ اپنے مریدوں اور درویشوں کے لئے سفر میں ہی لکھے اور ان کے حوالے کر کے آگے چل دیئے۔ ان کا اسلوب بھی مکالمات کا سا ہے -

www.yabahu.com

بارہا ایسا ہوا کہ جذب کی حالت میں آپ نے اثنائے سفر میں کسی پر نظر کی اور اسے خدا رسیدہ بنا دیا۔ ایسے ہی ایک لکڑہارے کا ذکر ہے کہ چولستان میں لکڑیاں اکٹھی کر کے باندھ رہا تھا جب حضرت سلطان العارفین کا وہاں سے گزر ہوا' آپ کی نظر پڑتے ہی وہ بیخود ہو گیا اور وہیں کھڑا رہ گیا۔ کچھ دیر بعد آپ لوٹ کر اس جگہ پر آئے تو دیکھا کہ وہ وہیں مُتحیر کھڑا ہے۔ حضرت نے پھر اپنا دستِ مبارک اُس کے سر پر رکھا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اسے قربِ الٰہی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔

اگر کچھ درویش آپ کے ساتھ ہوتے تو ان کی تربیت بھی ساتھ ساتھ جاری رہتی تھی۔ بھکر کے سلطان حمید کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ کہیں بھکر کے گردونواح میں حضرت سلطان صاحب اس کے ہمراہ سیر کو نکلے تو ایک ویران ٹیلے پر بیٹھنے لگے مگر فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس ٹیلے سے جلد اُترو' یہاں کسی ظالم کا مکان رہا ہے۔ وہاں سے ہٹ کر آپ نے تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمایا اور ریت پر ہی سلطان حمید کے زانوؤں پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ سلطان حمید کے دل میں خیال گزرا کہ اگر اس کے پاس دولت ہوتی تو وہ اپنے مرشد کے لئے قیمتی لباس اور محل ہوا تا وغیرہ' حضرت سلطان العارفین اس کے دل میں آنے والا یہ خیال جان گئے اور سر اُٹھا کر فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ سلطان حمید نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں' جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش و فروش سے آراستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمید سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ سلطان حمید نے اسے اشارہ اور نرم زبان سے کہا کہ دور ہو جا' ادب کا مقام ہے' میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرے پاس نہ آ' دُور ہو جا۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو سلطان صاحب قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ جب دُنیا تیرے پاس آئی تو تو نے قبول کیوں نہ کی؟ اب سلطان حمید پر یہ حقیقت کُھل چکی تھی۔ اُس نے عرض کیا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نُور چاہتا ہوں' مال و دولت نہیں چاہتا۔

آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ فقر کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا۔

بعض مشائخ جب اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو وہاں انہیں کبھی کبھی دھوکا ہو جاتا ہے کہ شاید اس سے آگے اور کوئی نہیں گیا ہو گا۔ ایسے مواقع پر پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی خضر صورت مرشدِ کامل کو بھیج دیتا ہے کہ اُن کو اِس دھوکے سے نجات دلائے۔ ایسے ہی ایک بزرگ حضرت شیر شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) تھے' جو ایک سمع پر مجلسِ نبوی (ﷺ) میں حاضر ہوتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بس یہی ایک مجلس ہے' جس میں وہ حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' سے ملے اور آپ کے کمالاتِ ظاہر و باطن دیکھ کر جب آپ کو مجلس میں نہ پایا تو معترض ہوئے' تب حضرت سلطان العارفین نے ان کی عقدہ کشائی کی اور فرمایا کہ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی کچہریاں تو باطن میں کئی مقامات پر لگتی ہیں۔ سب سے ادنیٰ مجلس وہ ہے جو اِس دُنیا میں منعقد ہوتی ہے اور جس میں تمام اولیاء اللہ' رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ جب حضرت شیر شاہ کو حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے مرید ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست پر انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور مقامِ ادنیٰ سے نکال کر مقامِ اعلیٰ پر سرفراز فرمایا (مخزنِ اسرار۔ ص-۲۵۱)

سلطان حامد مصنفِ مناقبِ سلطانی نے یہ روایت اور طرح بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سُلطان العارفین کے ایک مرید سلطان طیب انہی حضرت شیر شاہ کی کرامات پر فریفتہ ہو کر اُن کے مرید ہو گئے۔ بعد میں کسی بات پر ناراض ہو کر شیر شاہ صاحب نے ان سے نعمت سلب کر لی اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے (سلوک میں یہ اصول ہے کہ جو کچھ مشائخِ کرام اپنی توجہ یا ہمت سے کچھ فیض مرید کی طرف منتقل کرتے ہیں تو اسے واپس بھی لے سکتے ہیں مگر کوئی اپنی محنت و ریاضت سے کچھ حاصل کرتا ہے تو اُسے نہیں چھین سکتے۔) حضرت سلطان العارفین کو خبر ہوئی تو آپ نے مجلسِ نبوی (ﷺ) میں اس بارے شکایت کی۔ "وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ' سُلطان

www.yabahu.com

طیّب کو پہلے سے ساٹھ حصے زیادہ نعمت عطا کریں۔ پھر قصور معاف ہوگا۔ چنانچہ حضرت شیر شاہ کو ایسا کرنا پڑا۔" (ص ۳۳)

فقیر نُور محمد علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق دو دفعہ آپ ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے اضلاع میں درویشوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں اپنا باطنی فیض پھیلایا۔ (مخزنِ اسرار۔ ص ۲۵۲)

ملتان کے علاقہ میں دریائے راوی کے کنارے قصبہ سردار پور میں ایک صوفی شیخ جنید رہتے تھے۔ ان سے سُلطان صاحب کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے رعب جمانے یا آزمانے کی خاطر کچھ تصرفات کا مظاہرہ کیا' مثلاً ان کے حکم پہ ان کے خادموں نے سنگریاں دیگ میں ڈالیں اور پکا کر نکالیں تو وہ سویّاں تھیں۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ سلطان العارفین نے اُن سویّوں پر مٹی ڈال دی تو وہ شکر بن گئی اور کسی گڑھے سے بارش کا پانی لے کر چھڑکا تو وہ گھی بن گیا۔ ساری مجلس نے وہ سویّاں کھائیں' چنانچہ شیخ جُنید اور ان کے فرزند شیخ کالو شاہ دونوں آپ کے معتقد ہوئے۔

ایک بار شورکوٹ کے قرب وجوار میں اپنی زمینوں پر آپ نے ہل جوت رکھا تھا۔ کہ آپ کی شہرت سن کر سادات کا ایک فرد مفلسی و غریبی سے گھبراتا ہوا حاضر ہوا' مگر جب اس نے خود سلطان صاحب کو ایک عام دہقان کی طرح ہل چلاتے ہوئے پایا تو سوچا میری کیا مدد کریں گے۔ لوٹنے لگا تو سلطان صاحب نے بلا لیا' حال پوچھا تو اس نے اپنی حالت بیان کی' آپ نے مٹی کا ایک ڈھیلا اُٹھا کر پھینکا تو اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا ہو گئے۔ آپ نے اس سفید پوش سیّد کو فرمایا کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اٹھالو۔ اس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو خاص سونے سے لاد لیا۔ (مناقب سلطانی۔ ص ۵۳)

فقیر نور محمد کُلاچوی روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ایک دائی' آپ کے درویشوں کے لئے روٹیاں پکانے لگی مگر اس کی بچی رونا بند نہیں کرتی تھی۔ حضرت

سلطان العارفین پنگھوڑے کے پاس بیٹھ گئے تو آپ کے اشارے پر ہی بچی چپ ہو گئی اور اس کے دل میں ذکر جاری ہو گیا۔ بڑی ہو کر وہ مائی غلام فاطمہ مستوئن کے نام سے مشہور ہو کر "مجذوبہ صاحبِ کمال" ہو گئی۔ فقیر صاحب کے بیان کے مطابق "مائی صاحبہ کی قبر زندہ اور مرجع خلائق ہے۔ بہت سے لوگ ان کے مزار سے فیضاب اور مُستفیض ہوتے ہیں اور دِینی و دُنیوی مرادیں پاتے ہیں۔" (مخزنِ اسرار۔ ص ۲۵۴)

رُشد و ہدایت کی غرض سے سیر و سیاحت کے دوران حضرت سلطان العارفین کئی بار اپنے آبائی علاقہ سون سکسر اور اس کے گرد و نواح میں بھی تشریف لاتے تھے بلکہ کہا جاتا ہے کہ سوڈھی جے والی کے گاؤں سے آگے سلطان مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ کے مقام کے نزدیک پہاڑوں کے درمیان ایک آبشار اور تالاب سا بن گیا ہے' وہاں پر موجود مشہور و معروف غار میں بیٹھ کر آپ ذِکر و فکر کے لئے بھی معتکف رہے (اب تک دُور دُور سے درویش اور فقیر وہاں آتے ہیں اور چلّہ کاٹتے ہیں) یہ قیاس بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے سلطان مہدی صاحب آپ ہی کے خلیفہ ہوں' جن کے مزار پر علاقے سے دُور دُور کے لوگ کئی مرادیں دِل میں لئے' ہر جمعرات کو حاضر ہوتے ہیں۔

سون سکیسر سے ملحقہ علاقہ "دَنہار" کہلاتا ہے۔ یہ بھی کوہستانِ نمک کے سلسلہ کے پہاڑوں میں ہی واقع ہے۔ وہاں راولپنڈی جانے والی سڑک کے ساتھ ہی واقع "کلر کہار" کا مقام قابلِ دِید اور خوبصورت ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی جھیل ہے اور دامنِ کوہ میں کچھ باغات اور چشمے ہیں۔ وادی کی ایک پہاڑی سے متصل ایک ٹیلے پر خانقاہ "آھوباھو" واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان العارفین اپنے ایک خلیفہ سلطان نورنگ کے ہمراہ یہاں تشریف لائے تھے اور اِس ٹیلے پر پُورا رمضان کا مہینہ اِستغراق کے عالم میں معتکِف رہے۔ حتیٰ کہ آپ کو سحری و افطاری کی بھی خبر نہ تھی۔ اس مدت میں ایک

www.yabahu.com

ہرن آتا رہا ،جس کے سینگ کے ساتھ کھانا بندھا ہوتا تھا۔ سلطان نورنگ ایک اور خادم غلام محمد (۷) جو قریب کے ایک گاؤں نور پور سہتی کا تھا' کھانا اُتار لیتے اور ہرن واپس چلا جاتا۔ اسی طرح روزانہ ہوتا رہا۔ فقیر نور محمد علیہ الرحمتہ نے اس موقع پر سلطان نورنگ کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا :-

عجب دِیدم تماشہ شیخ باھو
برات عاشقاں بر شاخ آھو

جب رمضان شریف ختم ہوا تو سلطان نورنگ اور غلام محمد نے کھانا لانے کا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ بعد میں حضرت سلطان العارفین کے سامنے وہ ہرن آیا اور آپ نے اس پر نظر کی تو وہ جاں حق ہوا۔ آپ نے باقاعدہ قبر بنا کر اسے وہاں دفن کیا۔ جب خادم غلام محمد نے آھو کے وصال کا یہ درجہ و مرتبہ دیکھا تو وہ بھی توجہ کا طالب ہوا۔ اس کے اصرار پر آپ نے توجہ دی تو وہ بھی واصل باللہ ہو کر انتقال کر گیا۔ چنانچہ اس کی قبر بھی وہیں بنی۔

فقر

حضرت سُلطان العارفین کا اسلوبِ حیات

یہ بات جناب سلطان حامد مصنف "مناقب سلطانی" کی روشن دماغی پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے "حضرت سلطان العارفین سُلطان باھو کی زندگی بسر کرنے کے طریق میں" کے عنوان سے ایک الگ فصل لکھی ہے گو انہوں نے روایتی طور پر صرف حضرت سلطان العارفین کی طرزِ معاش اور اُن کے اِستغنا کے بارے میں ہی کچھ اشارات لکھے ہیں اور معلومات بہم پہنچائی ہیں مگر اس سے کم از کم یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ انہیں ایک مرشدِ کامل یا فقیرِ کامل کے اسلوبِ حیات کی اہمیت کا احساس ضرور تھا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت سلطان العارفین کے ترکِ دُنیا کے بارے میں بھی ایک علیحدہ فصل میں کچھ حالات تحریر فرمائے ہیں-

حضرت سلطان العارفین نے فقر کی جن ایجابی خصوصیات پر زور دیا ہے 'ان میں ترک، دُنیا کو بنیادی خصوصیت حاصل ہے مگر جیسا کہ کسی اور جگہ وضاحت کی جا چکی ہے' ترکِ دُنیا(۸) سے معاملاتِ زندگی سے مکمل طور پر علیحدگی مراد نہیں ہے۔ صوفیاء کا مشن خدمتِ خلق ہوتا ہے اور خاص طور پر وہ نبیوں کی پیروی میں تعلیم و تبلیغ کے فریضے کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ خدمتِ خلق اس طرح کی نہیں ہوتی' جیسے طبقۂ اُمراء کے ارکان جزو وقتی طور پر فیشن یا شہرت کی خاطر اسے سرانجام دیتے نظر آتے ہیں۔ صوفیاء خدمتِ خلق کو ایک ایسا وظیفہ سمجھتے ہیں' جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بعض اوقات وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم و تبلیغ اُن کے لئے ایک ہمہ وقتی کارِ عظیم ہوتا ہے' جس کی اہمیت کو دُنیادار لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ ان فرائض کو بخوبی سرانجام دینے کے لئے دیگر کاروبارِ

www.yabahu.com

زندگی اور خاص طور پر لذاتِ دُنیوی سے قلبی علیحدگی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اسی کو صوفیاء ترکِ دُنیا کہتے ہیں -

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ اُن اولوالعزم مُعلّمین میں سے تھے، جن کے لئے مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہونا ازل سے مقدر ہو چکا ہوتا ہے، خلق خدا کی ہدایت کے لئے اُستاد بننا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کے لئے اپنے اوپر کئی پابندیاں عائد کرنا پڑتی ہیں اور عام سطح سے بلند ہو کر زندگی بسر کرنا پڑتی ہے -

آزادہ روی حصے میں اغیار کے بیدم
پابندیٔ آئینِ وفا، میرے لئے ہے

گھر میں فاقہ ہو یا رزق کی فراوانی ہو، اس مقام کے انسان کا ذہن ان حالات سے قطعاً اضطرار و اضطراب محسوس نہیں کرتا، وہ صرف ایک عظیم کارِ خیر پر نظر رکھتا ہے اور وہ ہے تعلیم و تبلیغ۔ اگر یہ کام درست اور مناسب طریقہ پر ہو رہا ہے تو پھر سب ٹھیک ہے تب مردِ حق ہر حال میں مطمئن رہتا ہے -

حضرت سلطان العارفین بہت اونچے درجے کے مرشد کامل تھے جو کسی خانقاہ میں کبھی مقیم ہو کر نہ رہے بلکہ چل پھر کر حکمت و معرفت بانٹتے پھرے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں والد کو ملی ہوئی جاگیر سے انہیں کیا حاصل ہوتا ہوگا؟ خواہ کتنی بڑی جاگیر ہو، آمدنی کے لئے وہ ہمہ وقت نگرانی اور انتظام کی متقاضی ہوتی ہے مگر یہاں صورتِ حال یہ تھی کہ والد فوت ہو چکے تھے، ایک والدہ محترمہ تھیں، سو وہ بھی ذِکر و فکر میں محو رہا کرتی تھیں۔ پھر آپ خود تھے کہ ساری عمر رُشد و ہدایت کے سلسلہ میں پیروں اور طالبوں کی تلاش میں دُور دراز کی آبادیوں میں سفر کرتے پھرے۔

گو خاصی وسیع جاگیر تھی مگر ذریعۂ معاش کے بارے میں حضرت سلطان العارفین بس ہمیشہ توکّل اور استغنا سے ہی کام لیتے رہے: "ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ زمین اس جاگیر میں تھی۔" (مناقبِ سلطانی۔ ص ۱۵)

اگر اس روایت میں مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہو تب بھی رقبہ کی وسعت تو ضرور ظاہر ہوتی ہے مگر اس کی آمدنی ہمیشہ مزارعین کے رحم و کرم پر رہی ہوگی۔

حضرت سلطان العارفین کا معمول تو یہ تھا کہ جب جذبہ طاری ہوا گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ "یہ امر آپ کی تصنیفات کے مطالعہ اور نصیحتوں کے سننے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی دُنیاوی تعلق یا شغل سے دستِ مبارک آلودہ نہیں فرمایا، ہاں صرف دو دفعہ بیل لے کر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سنا ہے کہ دونوں مرتبہ ہی عشقِ الٰہی کے جذبات کے سبب آپ نے بیلوں کو جتے جتائے کنوئیں پر کھڑے چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفات کے دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے۔ مطلب یہ کہ دونوں مرتبہ ہی کھیتی کا کام سرانجام نہ ہوا۔" (مناقب سلطانی ص-۲۶)

"واضح رہے کہ اس مسکین نے جو کچھ اپنے بزرگوں کی زبانی سنا اور آنحضرتؒ کی مؤلفہ کتابوں سے معلوم ہوا اور قرب و جوار کے بزرگوں کی سرگذشت سے مفہوم پایا، ان سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے روزی کی خاطر کوئی دُنیاوی شغل کیا ہو۔ صرف اسی قدر ہوا کہ آپ نے کھیتی باڑی کے اِرادہ سے صرف دو دفعہ دو، دو بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی لیکن ابھی فصل پکنے نہ پائی تھی کہ اسی صورت میں آپ چھوڑ کر نکل جاتے چنانچہ بیل بھی جو چاہتا، لے جاتا، کسی کے سپرد نہ کرتے اور جذباتِ الٰہی میں اِدھر اُدھر کی سیر کو نکل جاتے۔ آپ معہ اہل و اطفال اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے۔" (ایضاً ص۔ ۵۰۔۵۱)

آپ ایک ایسے فقیرِ کامل تھے جو صاحبِ اِرشاد بزرگوں میں "اُستادِ کُل" کہلاتا ہے، آپ ان تمام اقدار کے حامل تھے جو فقر کا لازمہ ہیں مثلاً عشق، عقل، علم، ترکِ دنیا (استغنا اور توکل)۔ آپ ایسے حکیم یا دانشور نہ تھے جو صرف سوال اُٹھانا جانتے ہوں یا صرف باتوں کی حد تک حکمت و دانش کا دعویٰ رکھتے ہوں بلکہ آپ نبیوں کے نائب اور وارث تھے، جو پہلے خود عمل کر کے دِکھاتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس کا سبق دیتے ہیں۔ سلطان العارفین حضرت

سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کی شخصیت ان تمام تعلیمات کا نمونہ تھی جو انہوں نے اپنی تحریروں میں بیان فرمائی ہیں۔

آپ شریعت کے پابند تھے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل کی تاکید کرتے تھے۔ آپ صاحب صحو بزرگ تھے، سکر کے غلبہ میں بھی آپ کا شعور بیدار رہتا تھا، اسی شعور کے تحت آپ نے تصنیف و تالیف کا کام کیا اور درویشوں کی رُوحانی تربیت کی۔

ازواج و اولاد

مناقبِ سلطانی کے مصنف کے بیان کے مطابق آپ کی چار بیویاں تھیں اور آپ کے آٹھ بیٹے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت سلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت سلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت سلطان صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمد رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت سلطان شریف محمد رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت سلطان حیات محمد رحمۃ اللہ علیہ (جو بچپن میں ہی دارِ فانی سے رخصت ہوئے)

(ص۔۵۰)

آپ کی ازدواجی زندگی پر بعض کم فہم لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایک سے زیادہ بیویاں ہونا فقر کے منافی ہے، دراصل ان کی طرف سے یہ شکایت فقر کے اِسلامی اسلوبِ حیات کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ایک مسلمان فقیر کے لئے

انسان کامل، خیر البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔ ہر خاص و عام کو مخاطب کر کے خالقِ کائنات نے فرمایا ہے کہ زندگی بسر کرنے کے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔ فقیر اس نمونے کے مطابق زندگی بسر کرنا اپنے لئے ایک مرتبۂ عظیم خیال کرتا ہے۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:-

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّي
عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدَرِ الْكَمَالِ

(قصیدہ غوثیہ)

(اور ہر ولی اللہ کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہوں جو کمال کے چاند ہیں۔)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرتی سطح پر بھی ایک بھرپور زندگی بسر کی شادیاں کیں، جنگیں لڑیں، قیادت کی، خطبے دیئے، وعظ کئے اور اپنے آس پاس انسانوں کے دُکھ سُکھ میں شریک رہے، اس سے آپ کے فقر میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر فقر کو اپنا فخر قرار دیتے رہے۔

آج کے دور میں حالات و رُجحانات کچھ ایسا رُخ اختیار کرنے لگے ہیں کہ تعددِ ازدواج کا معاملہ کئی وجوہات کی بنا پر ایک حساس مسئلہ بن گیا ہے مگر آج سے ایک صدی پہلے یہ قطعاً کوئی شدید اہمیت نہ رکھتا تھا۔ آج بھی اگر یہ مسئلہ مردوں یا عورتوں میں سے کسی کے ذہن پر چھایا ہوا ہے تو اس سے سوائے دُکھ کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکا۔

اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ شر اور فساد کے امکانات کو رد کیا جائے۔ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ضروری نہیں، صرف چار بیویاں رکھنے تک اجازت دی گئی ہے۔ اگر کچھ لوگ اس اجازت کے پیشِ نظر اپنی بیویوں کے ساتھ خوش رہ سکتے ہیں اور انہیں خوش رکھ سکتے ہیں تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

www.yabahu.com

حضرت سلطان العارفین کے لئے تعددِ ازدواج کا مسئلہ فقر کے خلاف نہ تھا۔ ان کے دور میں یہ مبغوض روّیہ بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ مناقبِ سلطانی میں یہ اشارے موجود ہیں کہ خود آپ کی بیویاں آپ کے اسلوبِ حیات سے مطمئن تھیں اور آپ نے اپنے تمام لڑکوں کو ظاہری طور پر بھی تعلیم سے بے بہرہ نہیں رہنے دیا۔ (ص۔۵۰)

خلفاء کرام

ایک بزرگ شیخ کچھ طالبوں کو ایسی روحانی تربیت بھی کرتا ہے کہ وہ آگے اس کے کارِ فیض رسانی کو جاری رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں' پھر وہ جہاں رہتے ہیں' اپنے شیخ کی رُوحانی برکات کے وارث و قاسم بن کر رہتے ہیں۔

گو حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ' کو اُن کے قول کے مطابق ایسا باصلاحیت طالب نہ مل سکا' جو اُن کی تمام معرفت و برکت کے حصول کا ظرف رکھتا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے جو لوگ خلافت کے لئے چنے' اپنی اپنی جگہ پر مرجع خلائق بن کر رہے اور ان کے مزارات تک شعائر اللہ بن گئے۔

حضرت سلطان العارفین کے خلفاء میں حضرت سلطان نورنگ کھیتران کا نام سرفہرست ہے۔ انہیں شاید حضرت سلطان العارفین کی صحبت اور ہمراہی کا زیادہ موقعہ ملا۔ بقول فقیر نور محمد رحمۃ اللہ علیہ: "تمام عمر سلطان العارفین کی خدمت میں رہے۔" (مخزن اسرار۔ ۲۲۳)

علاقہ دامان (ڈیرہ اسماعیل خان) کے ایک قصبہ وَہووَہ کے رہنے والے تھے اور بلوچ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ کلر کہار میں جب حضرت سلطان العارفین پہاڑ کے ٹیلے پر معتکف رہے تو یہ آپ کے ساتھ تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات زیادہ نہیں لکھے گئے۔ صاحبِ مناقبِ سلطانی نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ: "حضرت سلطان العارفین سلطان باھو کی وفات کے بعد حضرت سلطان نورنگ زندہ رہے اور خلقِ خدا کو بہت فیض پہنچایا" (ص ۵)۔

ان کی توجہ بہت موثر تھی' کبھی کبھی مراقبہ سے سر اُٹھا کر کسی کی طرف نگاہ کرتے تو اس کے اثر سے طالب اور مرید "صاحبِ کشف و احوال ہو جاتے اور ذاتِ خدا کا نور اُن کے سینوں میں چمکتا اور اُنہیں وجد اور جذباتِ الٰہی حاصل ہوتے" (مناقبِ سلطانی ص۔۵۸)

آگے ان کے خلفاء میں حضرت شاہ مراد' سلطان احمد سٹھو' سلطان نور محمد موچی' بہت معروف ہوئے ہیں۔

ڈھاڈر (بلوچستان) کے مُلا معالی علیہ الرحمتہ عرصہ دراز تک دونوں درویشوں سمیت (مُلا مصری اور عالم شاہ) شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفینؒ کے حضور میں حاضر خدمت رہے۔ مدت بعد پورا پورا فیض حاصل کر کے ان دونوں درویشوں سمیت رخصت حاصل کی۔ (مناقب سلطانی ص ۶۵)

موضع گھونکی (نزد روہڑی' سندھ) کے سید محسن شاہ علیہ الرحمتہ کی فیض یابی کا واقعہ اور اُن کی خلافت کا حال فقیر نور محمد اور صاحبِ مناقبِ سلطانی دونوں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ ان کے واقعات میں کہانی کا تسلسل پایا جاتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ سادات کا یہ بچہ ایامِ طفلی میں ہی یتیم ہو گیا اور والدہ نہایت عسرت کی حالت میں پرورش کرنے لگی۔ ایک بار اپنے گاؤں سے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے والے ایک شخص سے آپ کے صاحبِ فیض اور مستجاب الدعوات ہونے کا شہرہ سنا' تو دوسری بار اپنے بچے کو بھی حاضری کے لئے اس کے ساتھ بھیج دیا اور عرض کرنے کے لئے کہا کہ دِینی اور دُنیاوی دونوں طرح اس بچے کو فیض پہنچایئے۔ سلطان العارفین ویسے بھی سادات کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور پہلے ظاہری علم حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی چنانچہ انہوں نے اس نصیحت پر عمل کیا' جب علم ظاہری میں فارغ التحصیل ہو چکے تو پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اب کے جو پہنچے تو "آنحضرت قدس سرہ' نے ان کی دل کی زمین پر انگشتِ شہادت سے اسم اللہ ذات لکھ کر توجہ فرمائی' جس

www.yabahu.com

سے محسن شاہ صاحب کے قلب اور قالب ہر دو روشن اور منور ہو گئے اور عارف روشن ضمیر اور زندہ دل ہو گئے اور آپ کا ظاہر اور باطن اسم اللہ ذات سے معمور ہو گیا۔ حضور کی ذاتی توجہ اور نوری التفات نے سید محسن شاہ صاحب کو ہر دو دینی و دنیوی 'صوری و معنوی اور ظاہری و باطنی طور پر وہ کمال بخشا کہ آپ تھوڑے دنوں میں کامل سالک اور مرجع خلائق بن گئے -" (مخزنِ اسرار۔ ص ۲۵۸)

صاحبِ مناقبِ سلطانی نے ذرا مختلف طور پر دوسری بار حاضری کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت محسن شاہ ابھی راستے میں تھے کہ حضرت سلطان العارفین کا وصال ہو گیا مگر ان کے پہنچنے پر حضرت کی وصیت کے مطابق اسم ذات کا ایک نقش جو آپ نے مٹی پر ہی لکھ دیا تھا' ان کے سامنے کر دیا' جس سے ان پر کیفیت طاری ہو گئی۔ "آپ دیکھتے ہی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور صاحب زادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔ کہتے ہیں کہ سید محسن شاہ تین دن رات بے ہوش اور مست پڑے رہے' بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم اللہ ذات کے نقش کو دیکھا تو پھر مست ہو گئے۔ دو دن رات کے بعد ہوش میں آئے۔ تیسری مرتبہ دیکھا تو ایک دن رات پھر مست رہے۔ جب چوتھی مرتبہ دیکھا تو مستی غالب نہ آسکی یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا۔" (ص ٦٩)

سید محسن شاہ گھونکی میں ہی قیام پذیر رہے اور "کہتے ہیں کہ سید محسن شاہ نے سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد اور تلقین فرمایا۔" (ص ٧٠)

اپنے مرشد کا اتنا احترام ملحوظِ خاطر تھا کہ اگر جناب دیس کا کوئی آدمی اُدھر جا نکلتا تو "اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوتے اور خدمت کے تمام کام خود دستِ مبارک سے سرانجام فرماتے۔"

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ' کی وفات کے بعد آپ خانقاہِ مقدس کی زیارت کو آتے رہے -

جب تک آپ زندہ رہے' علاقہ میں لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ اس طرح

سرانجام دیا کہ دُور دُور تک بدعات کا سدِباب ہو گیا اور علاقہ میں امن قائم رہا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے کام کو جاری رکھا -

حضرت سید محسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں انب (وادیٔ سون سکیسر) کے حضرت سلطان ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تھے جو مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ انہوں نے کچھ عرصہ دائرہ دین پناہ میں قیام کیا' پھر انب چلے گئے اور یہیں ان کا مزار مبارک ہے-

اس کے علاوہ بے شمار مجاورین اور صوفیاء ہیں' جنہوں نے حضرت سلطان العارفین کے بعد آپ کے مزارِ مبارک سے یا آپ کی اولاد امجاد سے فیض حاصل کیا اور بالآخر خود فیض رساں بن گئے -

حضرت سلطان العارفین کا گو دہلی جانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے مگر تلقین اور رُشد و ہدایت کے لئے آپ نے زیادہ تر سفر وادیٔ سون سکیسر' ملتان' ڈیرہ غازی خان' ڈیرہ اسماعیل خان' سندھ اور بلوچستان کے علاقہ کی طرف کئے اور آپ کے اکثر خلفاء انہی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے -

ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ ان مقامات پر ہرگز نہیں رہے جو تعلیم و تدریس یا تہذیب و ثقافت کے معروف مراکز تھے۔ آپ کی ملاقات اپنے دور کے کسی قابلِ ذکر صاحبِ تصنیف سے بھی نہیں رہی جو آپ کا ذکر کسی تذکرہ یا مجموعۂ ملفوظات میں کرتا۔ آپ دیہات کے سیدھے سادے لوگوں میں ذکر کی تلقین کرتے اور اسم ذات ان کے دِلوں پر نقش کرتے پھرے اور انہیں لوگوں نے پھر حضرت سلطان صاحب قدس اللہ سرہ' کے فیض کو عام کرنے میں نہایت جانکاہی اور استقامت سے کام لیا۔ یہ استعداد بھی ان میں حضرت سلطان صاحب قدس اللہ سرہ' کی ہی پیدا کردہ تھی -

www.yahfahir.com

تصنیفات و تالیفات

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ نے تصوّف و سلوک کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں اور کئی رسائل تصنیف فرمائے۔ اکثر رسائل تو مکالمات معلوم ہوتے ہیں جو آپ کے درویشوں نے قلمبند کر لئے اور آپ نے ان کی توثیق فرمائی۔ یہ بھی ہوا کہ خود آپ نے سلوک میں ان کی رہنمائی کے لئے رسائل لکھ کر ان کے حوالے کئے۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کے بارے میں آج کے بعض دانشوروں کی رسائی علم صرف اُن کے ابیات تک معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سلطان العارفین کے مقام کو سمجھ نہیں سکے۔

آپ کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے آپ کی تمام تصنیفات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتابوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ الہامی ہیں اور فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی درویش اخلاص کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا' وہ ظاہری مرشد سے بے نیاز ہو جائے گا۔

اِس وقت ان کتب کے تراجم کتب فروشوں کے ہاں دستیاب ہیں' اگرچہ یہ ترجمے معیاری نہیں تاہم ان کتب کی تاثیر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ الہامی صحف کا خاصہ ہوتا ہے کہ ترجمے میں بھی قوتِ قدسیہ کے شرارے موجود رہتے ہیں جو دِلوں کو گرما دیتے ہیں۔

اگرچہ پہلے پہل حضرت سلطان العارفین کی کتب مُشکل معلوم ہوتی ہیں مگر قاری صبر سے کام لے تو وہ آہستہ آہستہ ان کے اسلوب سے مانوس ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اس میں سلطان صاحب قدس اللہ سرہ' کی بات سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے اور انوار دِل میں اُترنے لگتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے تقریباً ایک سو چالیس رسائل و کتب لکھیں۔ مگر ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئیں۔ مندرجہ ذیل کتب تراجم کی صورت میں موجود ہیں اور ان کے

فارسی قلمی نسخے بھی بعض عقیدت مندوں کی تحویل میں ہیں' جنہیں شروع سے ہی خوشنویس کاتب نقل کرتے اور مریدوں' درویشوں میں تقسیم کرتے چلے آئے ہیں۔ بہت سے نسخے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر کچھ الفاظ تبدیل ہو گئے یا جملے غلط نقل ہوئے۔ آج اگر کوئی صاحبِ علم ان رسائل و کتب کا ترجمہ کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ پہلے ان کے متن پر تحقیق کرے اور پھر ترجمہ کرے' ورنہ اس کی محنت کچھ زیادہ سود مند نہ ہو گی' کیونکہ ایسے ویسے تراجم تو پہلے سے موجود ہی ہیں۔

مندرجہ ذیل کتب و رسائل کے ترجمے مل سکتے ہیں۔

ابیاتِ سلطان باھو (پنجابی)	امیر الکونین
اسرارِ قادری	اورنگ شاہی
توفیق الہدایت	تیغ برہنہ
جامع الاسرار	دیوان باھو (فارسی)
رسالہ رُوحی	شمس العارفین
عقل بیدار	محک الفقر (خورد)
عین الفقر	فضل اللقاء
قرب دیدار	کلید التوحید (خورد)
کلید التوحید (کلاں)	کلید جنت
گنج الاسرار	مجالستہ النبی (ﷺ)
محبت الاسرار	محک الفقر (کلاں)
محکم الفقراء	مفتاح العارفین
نُور الہدیٰ (کلاں)	

www.yabahu.com

وفات - مزار

تمام عمر کی فیض رسانی کے بعد جمعہ کی رات' تین پہر گزرنے کے بعد اوّل جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو بمقام شورکوٹ وِصال فرمایا۔

"آپ کا جنازہ ملتان کے پرگنوں میں سے پرگنہ شورکوٹ کے متعلق موضع قہرگاں کے ایک قلعہ میں جو پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا' دفن کیا گیا۔" (مناقبِ سلطانی ص ۱۴۶)

یہ مزار عام قبروں کی طرح مٹی کا بنا ہوا تھا' جس پر کوئی روضہ یا عمارت نہ تھی۔

ستّر (۷۰) سال آپ کا مزار اس قلعہ قہرگاں میں رہا۔ حتیٰ کہ سکھاشاہی کے دور میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کی اولاد یہاں سے ہجرت کر گئی' تب ایسا ہوا کہ "اتفاقاً دریا قلعے تک آپہنچا اور اسے گرادیا پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلیفوں نے باقی مزاروں کو نکال کر صندوقوں میں رکھ لیا اور حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرّہ کا مقبرہ بدستور رہا' آپ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلیفے ناامید ہو کر رونے لگے کہ یا شیخ! حضور کے جسم مبارک کا صندوق نہیں ملتا اور دریا قریب آرہا ہے۔ اس صورت میں حضور کی اولاد دیہاتی ہو جائے گی اور فقیر پراگندہ اور پریشان ہو جائیں گے۔

پس فقیروں اور خلیفوں کو حضور سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق اور قابل ہوگا' وہ کل صبح سویرے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا۔ وہ ہمارا صندوق نکالے گا اور دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمتِ غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز پوش برقعہ دار شخص ظاہر ہوا' اس نے چہرے پر سے نقاب نہ اُٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اسی مٹی میں سے جو فقیروں اور خلیفوں نے کھود کھاد کر رکھی تھی' حضرت سلطان العارفین کا صندوق نکالا۔ ہزارہا لوگ جمع ہوگئے۔ انہوں نے زیارت کی' دیکھا تو حضرت قدس سرہ' بدستور سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک

رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔" (مناقب سلطانی ص ۱۵۱)

ایک جگہ جہاں پیپل کا کنواں تھا اور جگہ ویران پڑی تھی' اس جگہ آپ کا مزار مبارک منتقل کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ القاء کی صورت میں خلفاء اور مجاورین کو ایسا کرنے کا امر ہُوا۔

مولوی محمد دین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ میں لکھا ہے: "۔۔۔لیکن دفن کرتے وقت حاضرین کو سخت تردّد ہوا تھا کہ جس جگہ پر صندوق مبارک دفن کیا جاوے کیونکہ جانبِ غرب دریا کی کُل جنگل چراگاہ مویشیوں کا تھا مگر اس میں ایک میدان دو سو گز مربع پر واڑ کانٹوں کی باندھی ہوئی تھی اور جھاڑو کر کے میدان مذکور صاف کیا ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ جھاڑو مال مویشی چرانے والوں نے کیا ہے۔ ان سے جو لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عرصہ دوماہ سے یہ حال ہے کہ جب کوئی مویشی ہمارا اس جگہ آتا ہے' بیمار ہو کر فوراً مر جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے یہاں پر جائے عظمت سمجھ کر واڑ کانٹوں کا مارا ہوا ہے اور جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں اور وہاں پر ایک کچا کنواں بھی تھا' جو لوگوں نے واسطے پانی پینے کے کھودا ہوا تھا اور ایک درخت پیپل کا بڑا عظیم الشان تھا جس کے سایہ تلے لوگ بیٹھا کرتے تھے اور اس کنویں کا پانی پیتے اور یادِ خدا میں مصروف و مشغول رہتے اور درجہ فنافی اللہ اور بقاباللہ کا حاصل کرتے۔" (ص ۳۶)

ایک سو ستاون (۱۵۷) برس گزرنے کے بعد ۱۳۳۶ھ میں تیسری بار پھر مزار کی تبدیلی کا اہتمام کرنا پڑا۔ ایک بار پھر دریا سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

اس وقت حضرت سلطان نُور احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشینِ درگاہ تھے۔ ان کی ہدایت پر حضرت سلطان العارفین اور آپ کی اولاد کے تابوت نکالنے اور دفن کرنے کا واقعہ مولوی محمد دین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ مولوی محمد دین صاحب نے حضرت سلطان نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا تھا۔ اور

www.yabahu.com

خلافت حاصل کی تھی۔ بہت ممکن ہے' وہ اس موقع پر موجود بھی ہوں۔ وہ بتاتے ہیں کہ حضرت سلطان العارفین کی اولاد کے تابوت تو بآسانی نکال لئے گئے مگر سلطان العارفین کا صندوق سات ہاتھ گہری زمین کھودنے پر بھی نہ ملا تو سب پریشان ہوئے ۔ بالآخر رات کو بوقتِ سحر حضرت سلطان نور احمد (سجادہ نشین) کے پوتے صاحبزادہ دوست محمد کو حکم ہوا کہ زمین اور نیچے کھودو تو صندوق نکلے گا۔" پس علی الصبح صاحبزادہ صاحب دوست محمد اور سید عربی شاہ جو مدینہ منورہ کے باشندہ درویش بارگاہِ سلطانی کا ہے اور میاں محمد فقیر نے نیچے سات ہاتھ کے کھودنا شروع کر دیا۔ فوراً حلّہ ہائے خُوشبو' جس کی مثل دُنیا میں نہیں مل سکتی' مہکنے لگی۔ حتیٰ کہ صاحبزادہ دوست محمد کو صندوق تو دستیاب ہوا مگر کثرتِ خوشبو کے باعث دماغ برداشت نہ کر سکا' باہر نکل آئے پھر باہر کی آب وہوا لے کر افاقت کے بعد پھر اندر گئے اور عربی شاہ باہر آئے بحالتِ مدہوشانہ۔ غرضیکہ خوشبو کا وہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔۔۔ پھر صندوق مبارک نکال کر محل شریف میں ہی محفوظ رکھا اور یہ واقع ماہ محرم کی دس تاریخ سے پہلے ۱۳۳۶ ہجری کو ہوا اور پھر بمشورہ حضرت حاجی نور احمد صاحب سجادہ نشین دربار شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر مغربی و شمالی گوشہ پر محل شریف بنانے کی تجویز مقرر ہوئی اور چھ مہینہ کے عرصہ میں وہاں پر محل شریف' مسجد شریف و حجرات بنا کر صندوق مبارک کو لے جا کر بروز جمعہ دفن کیا' جو اب مرجع خاص و عام ہے (ص-۴۱-۳۹-۳۸)

موجودہ جگہ خاص طور پر شاید اس لئے بھی منتخب کی گئی کہ دریا سے دور تھی اور نسبتاً اونچی تھی۔

نوشہرہ وادیٔ سون سکیسر کے حافظ غلام محمد صاحب کے والد نور محمد مرحوم اُن معماروں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی طور پر ان قبور کو بنانے میں حصہ لیا۔ اپنے والد مرحوم سے حافظ صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان العارفین کا صندوق زمین کے اوپر رکھ دیا گیا اور اس کے گرد دیوار اُٹھائی گئی۔ اسی وجہ سے روضہ کے اندر آپ کی مبارک قبر خاصی اوپر اُٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ اب تو یہ کم اونچی ہے کہ روضہ کی

تعمیر نو میں اِرد گرد بھرائی کر دی گئی' پہلے زیادہ بلند تھی۔ آپ کی قبر کے دونوں طرف تین تین صندوقوں کی دائیں اور تین' تین صندوقوں کو بائیں رکھ کر آپ کی اولاد کے بزرگوں کی قبریں بنا دی گئیں جو روضہ کے اندر موجود ہیں -

روضہ مبارک کی تکمیل اور تزئین و آرائش کا کام اگلے سجادہ نشین حضرت حاجی محمد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں سرانجام پایا۔ روضہ کی تعمیر اور نفاست و آراستگی سجادہ نشین موصوف کے حسن ذوق کی آئینہ دار ہے -

تُربتِ باھُو

یوں تو صوفیاء کرام کی تعلیمات میں یہ مُسلّمہ امر ہے کہ ایک مرشدِ کامل اور صاحبِ فیض کی قبر سے اس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے کیونکہ اس کی قبر پر فرشتے موجود رہتے ہیں اور اس کے مزار کے گرد اہلِ صفا بھی ہر وقت حاضر رہتے ہیں نیز حاضری دینے والوں کی دُعا و عبادت سے مزار کے آس پاس کی فضا اِک پُراسرار تقدس سے معمور ہوتی ہے۔ جن لوگوں کی باطن کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں' وہ اوپر سے مزار پر نُور برستا ہوا بھی دیکھتے ہیں' جو انہیں کبھی کبھار ایک ستون یا مینار کی طرح قبر کے اوپر نظر آتا ہے۔ ان اسباب کی بنا پر ایک ایسا ماحول تشکیل پاتا ہے کہ مزار کے اندر داخل ہونے والے زائر کے قلب میں صاحبِ فیض کی رُوحانی تاثیر روشنی و گرمی پیدا کر دیتی ہے اور اگر کوئی اپنے دل کو خالص کر کے گیا ہو یعنی دِل کی صحیح و سلیم حالت کے ساتھ حاضر ہوا ہو تو وہ اس تاثیر کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ اس کا ایمان و عقیدہ حق الیقین کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے -

اس حقیقت کے باوجود کسی ولی کے لئے اپنی زندگی میں دعویٰ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ وہ قبر میں رہ کر بھی بدستور خلقِ خدا کو اس طرح فیض پہنچاتا رہے گا کہ ظاہری مرشدی کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ دعویٰ کوئی حضرت سلطان باھو جیسا عظیم المرتبت فقیر ہی کر سکتا ہے اور آپ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کو مرشد نہ ملے تو وہ فقیر باھُو کی قبر پر حاضری

www.yabahu.com

دے' انشاء اللہ اپنا مقصود پالے گا۔

ملک کے اندر اور باہر عوام و خواص میں بے شمار لوگ مل جائیں گے جن میں سے اکثر نے حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کا نام تک نہ سنا تھا مگر بذریعہ خواب و کشف انہیں حاضری دینے کی ہدایت کی گئی اور حاضر ہونے پر مشکل حل ہو گئی۔

مزار مبارک سے فیض پانے کی صرف ایک شرط ہے کہ حاضر ہونے والا شخص اخلاص اور محبت کے جذبات کے ساتھ حاضری دے۔ کوئی خود بین' خود پسند یا اپنے کسی سلسلۂ طریقت سے شدید حد تک وابستہ اور دوسرے طریقوں سے عصبیت رکھنے والا مرید یا تصوف و سلوک کے بارے میں بد عقیدگی رکھنے والا شخص کہیں سے بھی کچھ فیض نہیں پا سکتا۔ الا ماشاء اللہ!۔

ترہتِ باھوچوں کوہِ طور داں
مُوسیا! بر خیز نورے شد عیاں
ھُو بر آید دَمبدم از خاکِ اُو
ھُو کند' ھُو ھُو شُد خاشاکِ اُو

(فقیر نُور مُحمدؒ کلاچوی)

(حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کی ترہت کو کوہِ طور کی طرح سمجھ۔ اے موسوی مشرب! اُٹھ ترہتِ باھو سے نور ظاہر ہو گیا۔ آپ کے مزار کی خاک سے ہر وقت ھُو کی آواز آ رہی ہے۔ وہاں کی مٹی تک ھُو ھُو کر رہی ہے یعنی ذِکر میں مشغول ہے)

حضرات سجادہ نشین

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کی اولاد میں سے اب تک مرکزی درگاہ کے سجادہ نشین چلے آ رہے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین کے جوہرِ فقر کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اب تک حلقۂ صوفیاء و فقراء میں یہ سب اہلِ صفا کے لئے مثال اور نمونہ

بن کر رہے ہیں۔ ان سب حضراتِ گرامی (اللہ تعالیٰ ان کے درجات اپنے قرب میں بلند تر فرمائے) نے سلطان صاحب کی تعلیمات کی اشاعت کے کام کو ظاہری و باطنی طور پر جاری رکھا۔

۱- "مناقبِ سلطانی" کی روایت کے مطابق حضرت سلطان العارفین کے پہلے سجادہ نشین حضرت شیخ سلطان ولی محمد تھے۔ (اگرچہ حضرت سلطان العارفین کے بڑے فرزند حضرت سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے مگر وہ خود کسی اور علاقہ میں چلے گئے تھے اور خود اپنے بھائی حضرت سلطان ولی محمد کو سجادہ نشین بنا گئے تھے۔) حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہ' نے انہیں دہلی اور دیگر مقامات پر بھیجا جہاں انہوں نے علوم دینی اور فنِ کتابت میں مہارت حاصل کی۔ خود والد ماجد حضرت سلطان العارفین سے روحانی تربیت پائی تھی اور والدِ مکرم کی طرح سحر کی حالت میں سیر و سیاحت کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رُخ بھی سرائیکی علاقہ جات کی طرف ہوتا تھا۔ ایسے ہی ایک سفر میں ڈیرہ غازیخاں کے ایک گاؤں مرثہ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

۲- ان کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت سُلطان محمد حسین ۱۱۶۱ھ میں سجادہ نشین ہوئے۔ نادر شاہی قتل و غارت اور عام بد نظمی کے ماحول سے ہجرت کر کے آپ لیہ (ڈیرہ غازیخان) کے علاقے میں چلے گئے تھے اور وہاں کے ایک گاؤں نوشہرہ سیداں میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ وہیں وفات پائی اور دفن ہوئے۔

کچھ مدت بعد جب امن و چین کی صورت پیدا ہوئی تو آپ کے صاحبزادے سجادہ نشین حضرت حافظ سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تابوت نوشہرہ سے لے آئے اور حضرت سلطان العارفین کے مقبرے میں دفن کیا۔

۳- حضرت حافظ سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۰ھ میں جانشین ہوئے۔

حضرت سلطان حامد صاحب نے تفصیل سے اُن کے حالات لکھے ہیں۔ فیض عام تھا اور قوی تاثیر رکھتے تھے۔ آپ کے مہمان خانہ اور لنگر کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے

www.yabahu.com

رہتے تھے۔ "آپ نے آبادی سے باہر ایک تکیہ مقرر کر رکھا تھا' جہاں مہمانوں کی تمام ضروریات مہیا رکھی جاتی تھیں۔ نیک' عالم اور شریف آدمیوں کو اپنے خاص ڈیرے پر ٹھہراتے۔" (ص ۲۱۹)

سلطان حامد مصنفِ "مناقبِ سلطانی" ان کے پوتے تھے۔ اِس لئے اپنے والد سے اپنے جدِ امجد کے بارے میں بہت کچھ سنتے رہتے تھے' چنانچہ اُن کے معمولات کے بارے میں لکھتے ہیں: "ہمارے جدِ بزرگوار (حضرت حافظ سلطان محمد) رات کے وقت اکیلے جنگل میں یادِ الٰہی کیا کرتے اور صبح خانقاہِ مقدس کی جامع مسجد حضوری میں آتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ اشراق سے فارغ ہو کر خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے پھر خانقاہ کے باہر روضہ منورہ کی دیواروں سے تکیہ لگا کر فیض رسانی کے سجادہ پر بیٹھتے۔ جلالِ حق کی ہیبت کے سبب جو آپ کی پیشانی میں تھا' درویش اور فقیر اپنے حجروں میں چلے جاتے اور آپ ایک ایک کو اپنے حضور میں بلوا کر اُن پر نوازش فرماتے اور اُن کی ضروریات پر غور فرماتے۔ مسکینوں اور فقیروں پر اِس قدر رحم فرماتے کہ دُعا کا دست مبارک ہر ایک کے سر پر پھیرتے۔۔۔۔۔ پھر جو نئے زیارت کرنے والے آتے اس کی جگہ مشرف ہوتے اور اپنی ضرورتیں اور حاجتیں عرض کرتے اور سنتے۔" ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کی نگرانی بھی جاری رہتی تھی۔ دست در کار' دِل با یار' پر عمل تھا۔ بائیس سال تک سجادہ نشین رہے۔

۴۔ چوتھے سجادہ نشین حضرت غلام باھو رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جن دِنوں سکھوں کے فساد کے دوران میں آپ کا خاندان خیر پور ٹانویں میں قیام پذیر تھا۔ آپ وہاں کے ایک گاؤں کونڈ میں ۱۱۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ کا نام قطب الدین رکھا گیا مگر بعد ازاں آپ غلام باھُو کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ ابھی طِفلِ شیر خوار تھے کہ حضرت خواجہ محکم دین سرسرانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد مکرم سے ملنے آئے۔ انہوں نے آپ کو ہاتھوں میں لیا اور فرمایا: یہ لڑکا نیک اور کامیاب ہو گا اور اس کی عمر بہت زیادہ ہو گی۔

آپ مصنفِ مناقبِ سلطانی حضرت سلطان حامد کے والد ماجد تھے۔ اس لئے موصوف نے آپ کے حالات و مناقب نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

آپ کا عہد برِ صغیر میں مرکزی حکومت کے دورِ زوال سے متعلق ہے۔ ہر طرف فتنہ و فساد تھا اور دہقانوں نے راہزنی اور چوری کا وطیرہ اختیار کر لیا تھا مگر ان حالات میں بھی آپ لوگوں کی مشکلیں دُور کرنے کے لئے حکام کے ہاں جاتے رہے اور چوروں ڈاکوؤں کی لوٹ مار کا سدِّ باب کرتے رہے۔

اکثر آپ ملتان میں تشریف فرما رہتے تھے۔ اسی لئے زیادہ تر وہیں کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے اور اُنہی میں سے کئی خلافت کے مُستحق ٹھہرے۔

اپنے جدِ امجد حضرت سلطان العارفین کی طرح آپ کو بھی ظاہری علم چنداں نہ تھا مگر علمِ باطن میں آپ کامل و اکمل تھے۔ آپ جو کام کرتے رضائے خدا کے حصول کے پیشِ نظر کرتے تھے۔ عبادت اور ذِکر و فکر میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ عنداللہ مستجاب الدّعوات تھے۔ آپ کی توجہ غایت درجہ تاثیر رکھتی اور دِلوں کو پگھلا دیتی تھی۔ اللہ نے اپنے جدِ امجد کی طرح آپ کو تسخیر و تصرّف کی بے پایاں قوّت بخشی تھی۔ آپ کے ان خصائص کی بِنا پر آپ کو "باھو ثانی" کہا جاتا ہے۔

تقریباً ۸۲ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

حضرت سلطان حامد نے آپ کے خلفاء کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔ ان میں ایک حافظ خیر محمد بھی تھے جو انگہ (علاقہ سون سکیسر) کے رہنے والے تھے۔

ایک فقیر حضرت شیر شاہ بھی وادیٔ سُون سکیسر سے جا کر آپ سے بیعت ہوئے۔ ان کو حضرت سلطان العارفین کی درگاہ سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ ہر قسم کی ہدایت وہاں سے ملتی تھی۔ صاحبزادہ سلطان حامد مصنف مناقبِ سلطانی نے ان کی کئی کرامات بیان کی ہیں۔ عمر کے آخری سات سال صاحبزادہ صاحب موصوف کی درخواست پر درگاہ شریف پر بسر کئے مگر گرمیوں میں وادیٔ سون میں چلے جاتے تھے جہاں موسم نسبتاً معتدل رہتا ہے۔

www.yabahu.com

سردیوں میں پھر درگاہ پر چلے جاتے تھے۔ درگاہ شریف پر ہی وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

۵- حضرت سُلطان غلام باھو رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سلطان حافظ صالح محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سلطان حامد کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے ان کے بارے میں تحریر فرمایا ہے -

"آپ بے حرص' بے ہوا اور بے طمع ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں صاحبِ اسباب و تسخیرات ہیں لیکن درحقیقت سب کچھ راہِ خدا میں دے دیتے ہیں۔ صوفیٔ باصفا ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے موحد اور صاحبِ شرع و وَرع ہیں۔ طریقت کے تمام راستے طے کئے ہوئے ہیں۔ حقیقتوں کے محقق ہیں۔ معارف کے عارف ہیں۔ معنوی رموز کے نکتہ دان ہیں۔ علم لدنی کے عالم' حافظِ قرآن اور فصیح البیان ہیں۔ صاحبِ جمال اور صاحبِ قوتِ روحانی ہیں۔ فیض رسانی کے مسند نشین ہیں جو کچھ آپ کے فیض منزل دل میں آتا ہے' اللہ تعالیٰ کے حکم سے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔" (ص ۲۴۰)

آپ کے بڑے صاحبزادے سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اہل اللہ سے تھے۔ مگر انہوں نے ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اگر زندہ رہتے تو وہ سجادہ نشین ہوتے۔

۶- حضرت حاجی سلطان نور احمد رحمتہ اللہ علیہ اپنے بھائی سلطان نور محمد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اوائل عمر میں اپنے بھائی حضرت سلطان نور محمد کے ساتھ حج کیا تھا۔

آپ سُون سکیسر بھی تشریف لاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آج جہاں بنگلہ موجود ہے' خیمہ لگا کر گرمیوں کے دِنوں میں قیام پذیر رہے تھے۔

۷- حضرت سخی سُلطان نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت حاجی محمد امیر سلطان رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ (۶ راگست ۱۹۳۱ء کو آپ نے وفات پائی۔)

آپ شاعر بھی تھے اور قادری طریق میں حضرت سید ابراہیم آفندی بغدادی رحمۃ

اللہ علیہ (وفات: ۲۹ راکتوبر ۱۹۶۲ء) سے بیعت تھے۔ ان کی شان میں کچھ اشعار بھی آپ نے لکھے ہیں -

انہی کے زمانے میں حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کے روضہ کی تزئین و تکمیل ہوئی۔ لاہور کے ایک ناشر نے جب حضرت سلطان العارفین کی کتب کے تراجم کی اجازت چاہی تو محض اللہ کے لئے اپنے جدامجد کے فیض کو عام کرنے کی خاطر اُسے اجازت مرحمت فرمائی۔ سُون سکیسر بھی آپ تشریف لائے اور اوچھالی کا بنگلہ آپ نے ہی بنوایا تھا۔

آپ کے چار صاحبزادگان تھے: (۱) حضرت سُلطان نُور حسن (۲) حضرت حبیب سلطان (۳) حضرت حافظِ فیض سلطان اور (۴) حضرت سلطان غلام جیلانی دامت برکاتہٗ -

آپ نے مرکزی گدی کا سجادہ نشین تو حضرت حبیب سلطان کو نامزد کیا اور شورکوٹ (مزار والد مین حضرت سلطان العارفین) کی گدی حضرت سُلطان نور حسن صاحب کی تولیت میں دے دی۔ آج کل اس گدی پر حضرت سلطان نور حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند صاحبزادہ سلطان عبدالمجید فائز ہیں۔ (ان کے دیگر دو صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ سلطان حمید اور حضرت صاحبزادہ محمد نذیر سلطان سے مجھے نیاز حاصل ہیں۔ حضرت صاحبزادہ سلطان حمید مرکزی حکومت میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں اور حضرت سلطان العارفین سلطان باھو کی تعلیمات کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہیں۔ حضرت سلطان باھو اکیڈیمی کے نگرانِ اعلیٰ ہیں۔)

۸- حضرت حبیب سلطان صاحب اپنے جدامجد حضرت سلطان العارفین کی مرکزی درگاہ کے سجادہ نشین ہوئے -

بہت سے تعمیراتی کام جو آپ کے اسلاف نے شروع کئے تھے' آپ کے زمانہ میں پایۂ تکمیل تک پہنچے - یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ لاولد تھے۔

۹- اِس وقت حضرت سلطان غلام جیلانی صاحب (دامت برکاتہٗ و فیوضہٗ)

www.yabahu.com

سجادہ نشین ہیں۔ چونکہ حضرت حبیب سلطان رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد نہ تھی' اس لئے شورکوٹ میں حضرت سلطان العارفین کے مزار مبارک کی گدی تو سلطان نور حسن اور ان کی اولاد کے پاس رہی' جیسا کہ ذکر ہوا آج کل صاحبزادہ سلطان عبدالمجید صاحب اس گدی پر بیٹھے ہیں۔) تیسرے بھائی صاحبزادہ حافظ فیض سلطان صاحب نے سجادگی کا بوجھ اٹھانے سے معذوری ظاہر کی' اس لئے چوتھے بھائی حضرت سلطان غلام جیلانی زیبِ سجادہ مرکزی درگاہ حضرت سلطان باھو ہوئے۔

آپ رسالہ رُوحی شریف کے عامل اور معرفتِ سلطانی سروری قادری کے حامل ہیں۔ نہایت کم گو ہیں مگر جس پر نظرِ التفات فرمائیں' اسے ہدایت و تلقین سے ضرور نوازتے ہیں۔ بہت کم درگاہ سے باہر جاتے ہیں۔

قلندر صفت' مست الست' عارف فقیر ہیں۔ انہیں دیکھ کر علامہ اقبال کا مصرع یاد آتا ہے جو انہوں نے مردِ مومن کے خصائص بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

تعلیمات

www.yabahu.com

تعلیمات

فقر

حضرت سلطان العارفین سُلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کے لئے تصوف کی بجائے فقر کی اِصطلاح مُنتخب فرمائی۔

انہوں نے اپنی تعلیمات کے عامل کے لئے صوفی کی بجائے فقیر نام کو ترجیح دی۔ دراصل گو فقر تصوف کی تعلیم کا ہی خلاصہ ہے مگر جیسا کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ کا کلچر جدا ہوتا ہے' اسی طرح فقر اور تصوف کا کلچر ایک ہوتے ہوئے بھی متمیز اور جدا جدا ہے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف کے ساتھ خلوت سے پیار' اندرون خانقاہ کے مشاغل میں انہماک' اور سہل پسندی کے معنی وابستہ ہو گئے۔ اس کے برعکس فقر میں ٹھوس عملی اقدام کی جانب شدید رُجحان کے معنی نمایاں ہوئے۔ خانقاہی نظام میں ماہ و سال کی گردش کے بعد صوفی کے عمل میں اتنی لچک پیدا ہوئی تھی کہ کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان کی لکیر مٹتی نظر آنے لگی تھی' تب خود صوفیاء حضرات نے اپنے لئے صوفی نام کو چھوڑ کر فقیر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے حکیم شاعر اقبال نے بھی صوفی کے ذِکرِ نیم شبی' مراقبوں اور سرُور کو بے مقصد دیکھا مگر فقیر کے بارے میں کہا :

فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

سلطان العارفین بھی ساری عمر خانقاہوں میں گھومے تھے اور اپنے وقت کے صوفیوں سے ان کے حجروں میں ملاقی ہوئے تھے مگر جب انہیں حکمِ ارشادِ خلق ملا تو انہوں نے تصوف کی اِصطلاح استعمال نہیں کی بلکہ فقر کو پسند کیا اور اسی کے داعی بنے۔

فقیر نہ صرف ظاہری و باطنی اقدار کا امین اور وارث ہوتا ہے بلکہ اس کی تخلیقی اور عملی قوتیں اس قدر فعال ہوتی ہیں کہ اقدار کی دریافت اس کے لئے ایک معمول کی بات ہوتی ہے، اس کے باوجود اس کی آزادہ روی اور آزاد خیالی دین اور وحیِ پیغمبر کے دائرے کے اندر رہتی ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ کی تمام تعلیمات کا موضوع فقر ہے اور فقر ایک ایسا اسلوبِ حیات ہے جو اسلامی تعلیمات کے مغز کو سامنے رکھتے ہوئے' قول و فعل سے اس کی ظاہری و باطنی اقدار کی پاسداری کرنے سے تشکیل پاتا ہے۔

مغرب سے کچھ کتابیں تصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی' ہمارے ملک میں پہنچی ہیں اور جنہوں نے اِس پر لکھا ہے' وہ یقیناً تصوّف کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے کچھ عرصہ تک روایتی خانقاہوں میں بھی تربیت پائی ہے مگر انہوں نے تصوف کو تمام مذاہب میں مشترک خصوصیات کا حامل قرار دیا ہے لیکن شاید یہ اُن کی مجبوری ہے چونکہ وہ اہلِ مغرب کو مخاطب کر کے بات کرتے ہیں' اِس لئے انہوں نے اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کی کیونکہ اس سے آگے بڑھیں تو پھر تمیز اور فرق سے کام لینا پڑتا ہے۔ آگے فقر کا دائرہ شروع ہوتا ہے اور یہ دائرہ اسی بلند تر اِسلامی اسلوبِ حیات کا ہے' جس کے مبلغ و معلم و داعی حضرت سلطان العارفین سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ تھے۔

فقر پر جب بات ہوتی ہے تو پھر تخاطب عوام الناس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ گفتگو میں شامل کئے جاتے ہیں جو عزم و ہمت اور حوصلہ و جرأت کی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں' جن کا ظرف وسیع ہوتا ہے اور جو اپنے مقصدِ حیات کو عملی طور پر پالینے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایک عام مسلمان جیسے بُری بھلی زندگی بسر کرتا ہے' وہ سب کو معلوم ہے' مگر فقر کے کوچے میں قدم رکھنے والے تو اہلِ عزیمت ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں سے بڑھ کر قدم آگے رکھتے ہیں اور اس کی تمام شرائط کی پابندی کرتے ہیں۔

www.yahahu.com

طلبِ صادق

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کی نظر میں فقر کے کوچہ میں قدم رکھنے کیلئے طلبِ صادق شرطِ اوّلین ہے۔ ایک عام مسلمان سے اگر اوامر و نواہی کی پابندی میں کچھ کوتاہی بھی ہو جائے تو اُسے چنداں نقصان نہیں ہوتا لیکن فقر میں تو چونکہ معاملہ عہد و عزیمت کا ہے اگر یہاں پاؤں ڈگمگانے لگیں اور دِل ڈانواں ڈول ہونے لگے تو فائدہ کی بجائے ضرر کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

فقیر چونکہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے' اس لئے اُسے شروع سے ہی پختہ عزم کرنا پڑتا ہے کہ اِس راہ میں مجاہدہ و ریاضت کی سختی سے گھبرائے گا اور نہ زُہد و عبادت میں کوئی کمی پیدا ہونے دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس کے ظاہری و باطنی منصب و مقام کی رعایت سے معاملہ کرتا ہے چنانچہ فقیر کے ساتھ بھی اللہ کا معاملہ خاص ہوتا ہے۔ فقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کا وارث بننے کے خواہاں ہوتا ہے۔ وہ ان مواجید و کیفیات سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے' جو اِتباع و محبتِ رسول ﷺ کے ثمرات کے طور پر اُمت کے فقراء کے لئے مقدر ہیں' یہ کوئی معمولی اِنعام نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لئے شدتِ طلب کس حد تک ہے۔

مقام و مرتبہ تو اللہ کی دین ہے' جسے چاہے دے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں لیکن طلبِ صادق' خلوصِ نیت اور عزمِ صمیم تو فقیر کے اختیار میں ہے۔

فقیر پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے خلوصِ نیت کے ساتھ فقیر کی دنیا میں وارد ہوتا ہے لیکن یہ طلبِ صادق اس کے باطن سے از خود پیدا ہوتی ہے۔ اس طلب کی شدت جب اسے مضطرب و بیقرار کر دیتی ہے تو پھر وہ کسی رہبر (شیخِ کامل) کی جستجو میں نکل پڑتا ہے۔

شیخِ کامل

یوں تو بہت سے ایسے لوگ خانقاہوں اور زاویوں میں مل جائیں گے جو لوگوں کو خدا تک پہنچانے کے مدعی ہوں گے اور کوئی ضروری بھی نہیں کہ اُن میں سے اکثر و بیشتر ریاکار ہی ہوں' ان میں خاصی تعداد تصوف و سلوک کی راہ میں چلتے گذرتے یا راہ میں رک کر رہ جانے والوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ کوئی سالک اگر چل نہ سکا یا کسی وجہ سے راستہ مسدود دیکھا تو وہ اپنی پچھلی کمائی کو سرمایہ بنا کر دوکان کھول کر بیٹھ گیا۔ ایسے لوگوں سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جاتا ہے' چونکہ انہیں ابتدائے کار کا تجربہ ہوتا ہے' اس لئے ان کے مشورے بھی کار آمد ہو سکتے ہیں مگر وہ شخص جو فقر میں بہت آگے جانا چاہتا ہے' اسے بالآخر ان لوگوں سے دامن چھڑا کر کسی ایسے شیخِ کامل کے ہاں رہنمائی کے لئے ملتجی ہونا پڑے گا جو نہ صرف خود مُنتہی ہو بلکہ اللہ کی بارگاہ سے دوسروں کو انتہائی درجات تک پہنچانے کا اذن بھی رکھتا ہو۔ لہٰذا فقیر کو چاہئے کہ کسی ایسے شیخِ کامل کے ہاتھ چومے جو اس کی طلب و اہلیت کے مطابق اعلیٰ و ارفع مقامات تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرے۔ اس کے لئے علامت یہ ہے کہ شیخِ کامل ابتدا میں ہی طالبِ حق کو ولایت کی کیفیات سے آگاہ کر دیتا ہے اور طالب اپنے مرشد کو پہچان سکے یا نہیں مگر مرشد ضرور طالب کو پہچان لیتا ہے اور پھر اسے اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتا۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے شیخ کا معیار بہت اونچا دکھایا ہے۔ ان کے نزدیک غوث و قطب کے مراتب کے اولیاء اللہ بھی آدھے مرشد ہوتے ہیں۔ انہوں نے جا بجا قادری طریقہ کے مرشد کی فضیلت بیان کی ہے۔ ان کے ایسے بیانات کو ذرا دِقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ جہاں وہ قادری طریقہ کے مرشد کے اوصاف بیان فرماتے ہیں' دراصل وہ ان کے اپنے اوصاف ہیں۔ وہ کسرِ نفسی کی بنا پر کھلم کھلا اپنی تعریف پسند نہیں فرماتے تو قادری طریقہ کی نسبت سے صاحبِ ارشاد ولی کی فضیلت خاص کا

www.yabahu.com

ذکر کر دیتے ہیں۔ مطلب ان کا یہی ہوتا ہے کہ میرے پاس آؤ' میں تمہیں خدا کی طرف جانے کا راستہ بتاتا ہوں۔ اگر اُن کے اِن فرمودات کے عمومی بیانات بھی سمجھ لیا جائے تب بھی بعد میں آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے قادری سروری طریقہ کے جانشین مشائخ میں سے کسی شیخ کے پاس جائیں اور بیعت کر کے رُوحانیت کی سیڑھی پر قدم رکھیں۔

حضرت سلطان العارفین نے جو ظاہری علامات شیخ کی بیان کی ہیں' ان کو مشعل ہدایت بنا کر شیخ کو پہچانا جاسکتا ہے۔ شیخ میں چار باتیں ظاہر و باہر ہونی چاہئیں۔

اوّل- صدقِ مقال (بات کا سچا ہو)

دوم- اکلِ حلال (حلال روزی کھاتا ہو)

سوم- طاعتِ الٰہی (پابندِ شریعت ہو)

چہارم- ہمّت و توفیق (ریاضت و مجاہدہ میں دوسروں سے ممتاز نظر آئے اور دوسروں کو فقر میں مدد بہم پہنچانے کی ہمّت رکھتا ہو)

آپ نے کچھ باطنی علامات بھی بیان کی ہیں مگر وہ ہر ایک کو نظر نہیں آسکتیں۔ البتہ بیعت کے معاً بعد یا کچھ دِن صحبت میں رہنے کے بعد وہ بھی طالب پر منکشف ہونی چاہئیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کی جو وصال فرما چکے ہیں' زیارت ہونے لگے۔ کشف والہام کی کیفیات سے آگاہی ہو نیز فرشتوں اور نبیوں اور خود محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہو۔ شیخ اگر باہمت ہو تو طالب کا وجدان جاگ اُٹھتا ہے اور اِستعداد کے مطابق رُوحانی ترقی کے امکانات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

"جامع مرشد کی یہ پہلی نشانی ہے کہ پہلی ہی نگاہ میں جاہلوں کو عالم' عالموں کو معرفتِ الٰہی' عارفوں کو فقر کا انتہائی درجہ بخشے۔" (کلید التوحید۔ ص ۸۵)

اگر طالبِ صادق کو ایسا مرشد مل جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے تئیں اس طرح اس کے سپرد کر دے جس طرح کپڑا دھوبی کے اختیار میں ہوتا ہے یا مُردہ غسّال کے ہاتھ میں۔ ممکن ہے تلاشِ بسیار اور سعیِ مخلص کے باوجود کسی طالبِ حق کو شیخ نہ ملے تو پھر اسے

چاہئے کہ حضرت سلطان العارفین سُلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ کے کتب و رسائل کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو نیز کچھ عرصہ کے لئے حضرت سُلطان باھو کے مزار پر معتکف رہے اور اپنے تئیں کُلی طور پر اُن کی رُوحانیت کے حوالے کر دے۔ حضرت سلطان العارفین کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی مدد کریں گے اور طالب اپنا مقصد پالے گا۔

ہر کہ طالبِ حق بَوَد' من حاضرم

ز ابتدا تا اِنتہا' یک دم بدم

طالب! بیا' طالب! بیا' طالب! بیا

تا رَسانم روزِ اوّل با خُدا

(جو شخص بھی حق کا طالب ہو' میں حاضر ہوں۔ اُسے پل بھر میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دیتا ہوں -اے طالب آ اے طالب آ اے طالب آ! تاکہ میں تجھے پہلے ہی دِن خدا تک پہنچا دوں-)

مُرشد کی ہدایات

مرشدِ کامل طالبِ حق کے کردار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اپنی توجہ' ہمّت اور قلبی تلقین اور زبانی تعلیم سے اس کی ماہیّت تبدیل کر کے اسے ایک اعلیٰ درجہ کا انسان بنا دیتا ہے۔ پرانے دَور کے صوفیاء کرام اس کی مثال کیمیا سے دیتے تھے' جیسے تھوڑے سے سفوف سے پگھلا ہوا لوہا یا تانبا یا پیتل سونا بن جاتا ہے' اس طرح مرشدِ کامل تھوڑی سی توجہ سے ایک سفلی انسان' علوی صفات حاصل کر کے مردِ کامل کے مرتبے پر متمکن ہو جاتا ہے۔ مرشد بتدریج طالب کو اس کے مقام تک پہنچاتا ہے۔

مُرشد' مرید کو اخلاص و عمل کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

اُس کے اخلاق سنوارتا ہے۔

ذِکر و فکر کی تلقین کرتا ہے -

www.yabahu.com

اور مرید کو اپنی صحبت سے مستفیض کرتا ہے۔

جب مرید یا طالبِ حق' مرشد کی نگرانی میں اپنا روحانی نصاب مکمل کر لیتا ہے تو پھر اپنی دعا و برکت اس کے شاملِ حال کر کے اُسے کسی کام پر لگا دیتا ہے' خواہ یہ کام کسی مقام پر محض موجودگی یا حاضری سے ہی متعلق کیوں نہ ہو۔ اس کی حرکات و سکنات مرشدِ کامل کی روحانیت کے توسط سے تابعِ مشیتِ ایزدی ہو جاتی ہیں۔

علم

صوفیائے کرام کے نزدیک علم کی اہمیت دوسروں سے کم نہیں۔ اگر وہ کبھی کبھی علم کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں تو صرف اُن علماء کو دیکھ کر ایسا کرتے ہیں' جن کا علم بے مغز ہے جو علم کی رُوح کو نہیں سمجھ سکتے اور عمل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین نے بھی ایسے علماء کی مذمت کی ہے جو ساون بھادوں کے بادلوں کی طرح کتابیں اُٹھائے پھرتے ہیں اور جہاں کھانے پینے کا سامان وافر پاتے ہیں' وہاں زیادہ ذوق و شوق سے کلام کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں۔ یہ فعل ایک طرح سے علم فروخت کرنے کے مترادف ہے' جبکہ علم ہرگز خرید و فروخت کی شے نہیں ہے۔

حضرت سلطان العارفین سُلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے اپنی تعلیم اور عمل سے ثابت کیا کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ ہم تک پہنچنے والی روایات سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے پاس آنے والے ایک نوخیز لڑکے سید محسن شاہ کو فقر اختیار کرنے سے پہلے ظاہری علم حاصل کرنے کی ہدایت کی۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو تحصیلِ علم کے لئے دُور دراز مقامات تک بھیجا اور خود تمام عمر لوگوں کو علم و معرفت کی تلقین کرتے پھرے۔

فقر میں وہ اس حد تک علم کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک جو شخص علم کے بغیر فقیری کرے گا' اس کا انجام کفر اور دیوانگی پر ہو گا۔ روحانی واردات سے دوچار ہونے والے جب ان کی تاویلات کو سمجھ نہیں پاتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو

عمل

ایک صوفی نے لکھا ہے کہ دوسرے شعبہ ہائے فن میں تو پہلے علم ہے اور پھر علم مگر تصوف و سلوک میں پہلے عمل اور پھر علم ہے۔ اس نکتہ کا مطلب یوں سمجھ لیجئے کہ جس قدر اور جونہی علم حاصل ہو' اسی قدر معاً عمل فقیر پر فرض ہو جاتا ہے۔

فقیر اپنے شیخ سے ہدایت حاصل کرنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کرتا بلکہ فوراً اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اگر وہ حالات کی موافقت کا انتظار کرتا ہے یا اس کی نیت صحیح نہیں ہو پاتی تو اس کوچے میں خام ہے اور اس کی طلب ناقص ہے۔

فقیر جب عمل میں غیر معمولی استعداد پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس کی دُنیا بدل جاتی ہے کیونکہ فقر میں عمل کی صورت محض تقلیدی نہیں ہوتی بلکہ فقیر کا ہر عمل تخلیقی نوعیت کا ہوتا ہے' اس میں بے پناہ حرکیت اور فعالیت ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ محض فلاسفی کی حد تک اپنے آپ کو دوسروں کے عمل کا ذمہ دار سمجھتے ہیں لیکن فقیر نہ صرف واقعہ میں دوسروں کے عمل کو بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے بلکہ اپنے ظاہری و باطنی عمل سے مسلسل اپنے ماحول کو متاثر کرتا رہتا ہے۔ اس کا ماحول یا دائرۂ اثر پورے ملک کے برابر بھی وسیع ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ فقیر کی انتہاؤں تک جا پہنچے تو پھر اس کی تخلیقی حرکت سارے جہاں میں موثر ہو سکتی ہے' یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے جن لوگوں نے اس امر کی تحقیق کی ہے' وہ جانتے ہیں کہ کہیں کوئی تحریک شروع ہوتی ہے یا انقلاب آتا ہے اُس کے پیچھے بہر صورت کسی نہ کسی درویش کے ظاہری و باطنی عمل کی تاثیر محرّک کے طور پر کام کر رہی ہوتی ہے۔ جہاں بگاڑ پیدا ہوتا ہے' وہاں پتہ چلتا ہے کہ کسی شیطانی مداخلت نے اس کے قدرتی طریقِ کار کو راہِ راست سے ہٹا دیا ہے۔(۹)

مختصراً یوں سمجھئے کہ فقیر ہر وقت اور ہر آن اپنی تمام دماغی' ذہنی اور رُوحانی

www.yabahu.com

طاقتوں کے ساتھ عمل پیرا رہتا ہے اور اپنے عمل کے ذریعہ ہی پہچانا جاتا ہے -

عشق

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ

اس قسم کا تخلیقی عمل بغیر کسی جذبے اور شدید لگاؤ کے ممکن نہیں ہے اس عمل کے لئے جو جذبہ درکار ہے، وہ تقریباً ہر ایک میں تھوڑا بہت موجود ہوتا ہے مگر عام طور پر خوابیدہ رہتا ہے۔ شیخ کی توجہ و ہمت اس کی تعلیم و تلقین، درویشوں کی صحبت و معیت، ذِکر و فکر کی مشقوں اور مشائخِ کبار اور اہلِ ذوق کی کتب کے مطالعہ سے یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ یہ عشق کا جذبہ ہے -

جذبے کی بیداری کے بعد پھر کوئی ایسا چیلنج نہیں جو مرد کے لئے ناقابلِ قبول ٹھہرے اور کوئی مشکل ایسی نہیں جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکے اور یہ سب کچھ وہ فطری انداز میں کرتا ہے۔

عشق کا جذبہ مردِ راہ میں ایسی تبدیلی اور حرکت لاتا ہے کہ بظاہر دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں اور جب وہ ان کی ناقص فہم کے تراشے ہوئے کسی سانچے میں ٹھیک نہیں بیٹھتا تو وہ اسے مجنون اور مسحور قرار دیتے ہیں مگر مردِ فقیر ان کی کسی علامت سے متاثر نہیں ہوتا کیونکہ بظاہر وہ ان کے ساتھ اسی معاشرے میں بستا رہتا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ان کی سطح سے کہیں بلند ہو کر سوچتا اور عمل پیرا ہوتا ہے۔

فقراء کے لئے عشق فلسفیوں کی طرح کسی تجریدی اصول سے نہیں ہوتا، جسے وہ خدا مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی واحد اصول کے گرد پوری کائنات گھوم رہی ہے اور پھر اس کی کارفرمائیوں کو دیکھ کر جھولتے اور جھومتے نظر آتے ہیں -

درویش اور فقیر اللہ کو اس کی ذات و صفات کے ساتھ واحد دیکھتا مانتے ہیں اس کی رحمت، ربوبیت اور حکمت کو ہر ذرّے میں کارفرما دیکھتے ہیں۔ ان کا قلب اس کے تمام اسماء و

صفات کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اور اس جذبہ کی نوعیت چونکہ تخلیقی ہوتی ہے لہٰذا یہ فقراء میں ایک محرّک قوت بن کر ان کے فعل و عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ وہی جذبۂ حق جو تخلیقِ کائنات کا سبب بنا، ان پر بھی طاری ہو جاتا ہے، اسی کو وہ عشق کہتے ہیں اور خود اس جذبے سے انہیں ایسا لگاؤ ہو جاتا ہے کہ انہیں گویا عشق سے عشق ہو گیا ہے -

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد — کوہ در رقص آمد و چالاک شد
(رُومی)

(خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق! - اے ہماری تمام بیماریوں کے طبیب! اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا! - اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے - خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر جا پہنچا، پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا -)

حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ نے ابیات میں عشق اور عاشق کی بہت تعریف کی ہے اور عاشق کی دو نمایاں صفتیں خاص طور پر بیان کی ہیں اور اوّل تو معشوق پر سے آنکھ نہیں اُٹھاتا اور دوسرے وہ مخلوقات کا خیال تک نہیں کرتا۔

تَرکِ دُنیا

فقر میں ترکِ دُنیا سے مراد رہبانیت ہرگز نہیں ہے۔ فقیر کی عارضی خلوت گزینی کو جو اس کی روحانی تربیت کا جزو ہوتی ہے، رہبانیت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا -

ترکِ دُنیا سے مراد دولت اور دیگر متاعِ دُنیا کی محبت دِل سے نکال کر اس کی جگہ اللہ کی محبت کو جگہ دینا ہے -

ترکِ دُنیا ان علائق دُنیوی کا ترک ہے جو خدا سے غافل کر کے انسان کو حیوانیت کی سطح پر لے آتے ہیں۔

www.yabahu.com

حضرت سلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ دُنیا کے ایک حصے کو آدھی لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں جو انسان کے مقصدِ پیدائش کی فراموشی کا باعث بنتی ہے اور دوسرے آدھے حصے کو برداشت کر لیتے ہیں کیونکہ اس سے روحانی تربیت کی صورت نکلتی ہے--- مردِ فقیر دنیا میں رہ کر ہی اخلاقی تزکیہ کرتا ہے' اللہ سے لو لگاتا ہے' اس کے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے قرب میں درجات پانے کی سعی میں منہمک رہتا ہے' اس لئے دنیا اس کے لئے ایک جائے امتحان کے طور پر ضروری ٹھہرتی ہے -

لیکن حضرت سلطان باھُو دُنیاداروں کو پوری لعنت کا مستحق گردانتے ہیں کیونکہ وہ خدا کو بھول کر متاعِ دُنیا اور اس کی رنگارنگی میں اپنی ذات کی پونجی لٹا بیٹھے۔ فرمایا :-

ادھی لعنت' دُنیا تائیں تے ساری دُنیا داراں ھو

پاسداریٔ شریعت

فقر اسلامی زندگی کا اعلیٰ اسلوب ہے - اور فقیر مسلمانوں میں وہ چُنا ہوا شخص ہے جو ظاہر و باطن میں اسلام کا صحیح نمائندہ قرار پاتا ہے - چنانچہ وہ شریعت کے تمام قوانین و احکام کی شدت سے پابندی کرتا ہے' اس میں اور مُلّائے مسجدی میں فرق یہ ہے کہ فقیر اپنی فقیری میں کسی کم عمل مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور اس کے ٹوکنے اور تربیت کا انداز بھی مختلف ہوتا ہے' وہ محبت کی نرم آنچ سے لوہے کو پگھلانے میں مہارت رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کی نگاہ سے تربیت کرتا ہے اور فقیرانہ انداز میں اپنے عمل سے مثال قائم کر کے لوگوں کو پاسداریٔ شریعت پہ راغب و آمادہ کرتا ہے-

فقر میں جو درویش شریعت کی پابندی نہ کرے یا اس کے خلاف بات کرے حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے نزدیک ملعون اور مردود ٹھہرتا ہے-

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے فقر کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ علمی و عملی تصوف کے بیان میں اس مقام پر رُک نہیں جاتے جہاں تمام مذاہب کی مشترکہ سرّی

روایات ایک نکتے پر مل رہی ہیں۔ یہاں صرف سرّی روایات کی وحدت کا احساس ہوتا ہے جو اگرچہ بظاہر دلفریب ہے مگر فقر کی حقیقت سے یہ مقام کہیں نیچے ہے-

فقیر کی نظر ہمیشہ انسانِ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر رہتی ہے۔ آپ ﷺ نبوت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوتے ہوئے بھی ظاہری عبادات میں دوسروں سے آگے اور ممتاز نظر آتے تھے - یہی حال فقیر کا ہے-

ذِکرِ الٰہی میں اس کے انہماک کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ استغراق کے سمندروں میں غرق ہوتا ہے مگر اس کے باوجود ظاہر میں اس کا شعور بہر حال اسے شریعت کے ظاہری احکام و معاملات پر استوار رکھتا ہے-

اخلاق : تزکیہ

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ' کے نزدیک جو لوگ اخلاق کے بغیر فقیر کی بلندیوں تک پہنچنے کی آرزو رکھتے ہیں' جاہل اور خام ہیں۔ جب تک اخلاق کا مکمل طور پر تزکیہ نہیں ہو جاتا' محبتِ الٰہی دِل میں جڑ نہیں پکڑتی - ہر قسم کے اخلاقی رذائل تکبر' حرص' رعونت' انتقام' حسد' رقابت اور جنگ و جدل فقر کی نفی کرتے ہیں۔ جہاں یہ کمینہ خصائل ہوں گے' وہاں فقر نہیں ہوگا۔ کامل اخلاقی تربیت اور پختگی کے بعد فقر کے کوچے میں قدم رکھا جا سکتا ہے-

اخلاقی تزکیہ کے لئے مرشد کی ہدایت و صحبت دونوں ضروری ہیں اور فقر کے مدارج طے کرنے میں بھی مرشد کی دستگیری لازمی ہے-

بیداریٔ قلب : تصفیہ

درویشوں کی صحبت' مرشد کی توجہ اور تاثیر ہمت نیز کثرتِ ذِکر سے انسانی ذات

www.yahahu.com

کا قریب ترین مرکز حرکت میں آجاتا ہے جسے قلب کہتے ہیں۔ اس قلب کا تعلق ظاہری بدن کے اس حصہ سے ہے' جس کو دِل کہا جاتا ہے۔ اس دل پر توجہ مرکوز کر کے جب ذکر کیا جاتا ہے تو ذات کی کئی مخفی اور پُراسرار قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ اس موقعہ پر وجدان کی آنکھ کھلتی ہے اور کشف والہام سے ظاہری وباطنی امور فقیر پر منکشف ہونے لگتے ہیں' تب یقین بڑھتا ہے اور علومِ وحی پر کامل ایمان کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی کامل ایمان ہے جس کے طفیل زندگی اور اس کے کاروبار کے معاملات میں فقیر کا نکتۂ نظر یکسر بدل جاتا ہے۔ اور مشیّت و تقدیر کے اسرار کھلنے لگتے ہیں پھر اتفاقات نہیں رہ جاتے بلکہ ان کی حکمتیں نظر آنے لگتی ہیں اور ہر کام اور ہر منظر میں اللہ تعالیٰ کی شان کا ظہور دکھائی دینے لگتا ہے۔

یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب فقیر انتشارِ ذہنی پر قابو پالیتا ہے۔ نیت کو صاف اور مضبوط کر لیتا ہے۔ عادت اور رسم کا غلام نہیں رہتا۔ ظاہر پر باطن کی فوقیت اور دونوں کی مطابقت جان لیتا ہے اور صراط مستقیم اس کے لئے روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سب بیداریٔ قلب کے ثمرات ہیں' فقیر انہیں سے روشن ضمیر بنتا ہے۔

معرفت : تجلیہ

قلب کی بیداری کے بعد ذات کے کئی اور مراکز تک فقیر کی رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ صوفیا نے انہیں رُوح' خفی' اخفی کے نام دیئے ہیں۔ یہ سب پُراسرار قوتوں اور روشنیوں کے سرچشمے (لطائف) ہیں۔ یہاں رسول کریم ﷺ کی دعا رَبِّ زِدنِی عِلماً کے بھید کھلے ہیں۔ علومِ دِین کی ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ فقیر کتابوں کے اوراق کے مطالعہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسے مشکوٰۃ نبوت سے ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کتاب بلکہ صاحبِ کتاب ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: "معرفت گشتہ است بر من انجمن" یعنی معرفت کے نکات نے ستاروں کے جھرمٹ کی طرح میرے قلب و رُوح کو

روشن کر رکھا ہے۔

ظاہری علوم کی حدود جہاں ختم ہو جاتی ہے' وہاں سے باطنی معرفت کی ابتدا ہوتی ہے۔ بڑی ریاضتوں کے بعد فقیر معرفت و آگاہی سے شرف یاب ہوتا ہے۔

فُقراء

جب فقر میں تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر فقراء کو کوئی نہ کوئی کام یا منصب تفویض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے سپرد ایسے کام کرتا ہے جن کی حکمتیں وہ خود ہی بہتر طور پر جانتا ہے۔ خود فقیر کو علم ہوتا ہے کہ یہ کام اس کے سپرد ہے۔ وہ جب اس کام کو سرانجام دینے میں مشغول ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ حالات اس کے موافق ہو جاتے ہیں' اس کی محنت میں برکت شامل ہو جاتی ہے۔ اور کامیابی ہو یا ناکامی' اسے دیر تک پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ وہ قضا کو رد کرنے کی دعا نہیں کرتا' بلکہ ہر وقت قضا و قدر کے اندر چھپی ہوئی رحمت اور لطف و کرم کا طلبگار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی اسے اپنی رحمت و برکت سے محروم نہیں کرتا۔ (رسول کریم ﷺ دُعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ لَا نَسئَلُکَ رَدَّ القَضَاءِ وَلٰکِنْ نَسئَلُکَ اللُّطفَ فِیہِ۔ یعنی: اے اللہ! ہم قضا و قدر کے ردّ ہونے کا سوال نہیں کرتے لیکن اس کے اندر پوشیدہ رحمت کا سوال کرتے ہیں۔)

فُقراء کھلم کھلا ظاہر ہو کر بھی کام کرتے ہیں اور چھپ کر بھی اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ چھپ کر کام کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا اعلان اور پبلسٹی نہیں کرتے بلکہ خاموشی سے سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ یہ سب ان کے کام کی نوعیت پر مُنحصر ہے۔ اگر وہ چاہیں تو واعظین' حکام' مُدرّسین یا کسی کو بھی اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں اور خود پیچھے رہتے ہیں۔

اکثر وہ خود معلم بن کر خانقاہوں میں بیٹھتے ہیں اور لوگوں کی رُوحانی تربیت کرتے ہیں۔ معاشرے کے ہر طبقے میں کوئی نہ کوئی فقیر حاضر رہتا ہے' جسے بعض اوقات کسی خاص مقام پر یا کسی خاص گروہ میں موجود رہنے کا حکم ہوتا ہے۔ غرضیکہ حکومت کے بلند ایوان

www.yahaha.com

ہوں یا مزدوروں کی جھونپڑیاں' نیکوکاروں کی بستی ہو یا بُرے لوگوں کا جمگھٹا' تہذیب کے مراکز ہوں یا گنواروں کے گاؤں' کوئی جگہ فقراء سے خالی نہیں ہوتی۔ کوئی نہ کوئی فقیر ہر جگہ لوگوں کی دستگیری کے لئے موجود ہوتا ہے۔ وہ عام لوگوں کی طرح گاؤں یا محلوں میں رہتا ہے۔ معاشرے میں کسی نہ کسی پیشے سے بھی وابستہ ہوتا ہے۔ اپنے آس پاس لوگوں سے معاشرتی تعلقات بھی رکھتا ہے مگر اس کی بیداریٔ قلب کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں' جنہیں اس کی طرح نظر و معرفت حاصل ہوتی ہے۔ عام لوگ بھی غور کریں تو اسے پہچان لیں مگر ان لوگوں سے اس کی رُوحانی حقیقت اوجھل رہتی ہے جو خود غرض اور خود پسند ہوتے ہیں اور دوسروں کا استحصال کرنا اُن کا وطیرہ ہوتا ہے۔

کچھ مزید مطالعہ کریں گے اور غور و خوض سے کام لیں گے تو ہر انقلاب اور ہر تحریک کے پیچھے کوئی نہ کوئی فقیر نظر آئے گا۔ وہ گدڑی میں ملبوس ہو یا اُس نے شاہانہ لباس پہن رکھا ہو مگر ہو گا ضرور۔ بس' صرف ہر ایک انہیں پہچان نہیں پاتا' وہی پہچانتے ہیں جنہیں ان کی پہچان ہوتی ہے جو نیت اور دِل کے صاف ہوتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی نیکی کے جذبات رکھتے ہیں۔

برخیز کہ فقر را جہانے دِگر است — انجم دِگر است' آسمانے دِگر است
دَر بحرِ وجودما کہ طوفان خیز است — کشتی دِگر است' بادبانے دِگر است

(گرامی)

(اُٹھ کہ فقیر جہاں دوسرا ہے' آسمان اور ہے' ستارے اور ہیں' ہمارے بحرِ وجود میں جو طوفان خیز ہے' کشتی بھی اور ہے' اور بادبان بھی اور ہیں۔)

پنجابی شاعری

www.yabahu.com

پنجابی شاعری

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ نے فارسی نثر میں تصوف کے موضوع پر لکھا ہوا کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ان کتابوں میں تصوف وسلوک پر عمل کرنے والوں اور اس کے بارے میں تحقیقی سوچ رکھنے والوں کیلئے گراں بہا دولتِ فکر و نظر موجود ہے لیکن حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ ایک بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ انہوں نے فارسی میں بھی شعر کہے اور پنجابی میں بھی۔ پنجابی میں سی حرفی کی فارم میں ان کے ابیات مقبولِ خاص وعام ہیں۔

جناب راجا سالو صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت سلطان صاحب کے ابیات کا عوام کے دِلوں تک ان کے فقیرانہ خیالات وافکار کے ابلاغ میں بہت بڑا حصہ ہے۔ جب بعد میں فارسی کا عمل دخل کم ہوا تو ابیات کی تازگی اور زیادہ نمایاں اور پسندیدہ ٹھہری کیونکہ یہ ابیات سیدھی سادی پنجابی زبان میں تھے۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ کی زبان میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ دوآبہ کی پنجابی بولنے والوں کو بھی اپنے قریب معلوم ہوتی ہے اور سرائیکی والے بھی اسے اپنی زبان سمجھتے ہیں۔ زبان کی اِس صفت کی وضاحت کیلئے ایک بار پھر ان کے والدین کی پیدائشی سرزمین وادیٔ سون سکیسر کے حوالے سے بات کرنی پڑے گی۔

وادیٔ سون میں اور اُس کے آس پاس "اعوان کاری" کے علاقوں میں ایک ایسی زبان بولی جاتی ہے جس پر بیک وقت کئی بولیوں کا اثر ہے، مثلاً علاقہ دھن اور اس کے ساتھ ملحقہ پوٹھوہار کی بولی، اٹک کی ہندکو سے متاثر بولی اور سرائیکی وغیرہ۔ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ نے پیدائش کے بعد یہی زبان اپنے گھر میں سنی تھی۔ پھر ہوش سنبھالا تو جھنگ

میں بولی جانے والی زبان کا لب ولہجہ کانوں میں پڑا۔ بس انہی دو علاقوں کی بولیوں کا ملا جلا لہجہ اور زبان کا عکس حضرت سلطان العارفین کے ابیات میں نظر آتا ہے۔ اب اسے آپ سرائیکی کہئے یا کچھ اور، مگر سچی بات ہے کہ اس پر کوئی لیبل نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ اب بھی یہ پنجابی شاعروں اور ادیبوں کے لئے مثالی اور معیاری نمونہ کا کام دے سکتی ہے۔ ایسا کرنے سے عام پنجابی اور سرائیکی کے نام نہاد فرق کا معاملہ بھی ختم ہو جائے گا۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باھو قدس اللہ سرہ نے اپنی تعلیمات کو ہی اپنے ابیات میں سمو کر پیش کیا ہے۔ ان کے کلام پر "حکم ارشادِ خلق" کی گہری چھاپ موجود ہے۔ وہ اپنی شاعری میں بھی فقیر و درویشی کے مُرَبی و مُعلّم ہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے اپنے مرتب کردہ "کلام باھو" کے دیباچے میں لکھا ہے کہ سلطان صاحب فقر کا بہت ذِکر کرتے ہیں، شاید یہ اُن کا کمپلیکس ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم طبعاً تو درویش صفت تھے مگر مسلکاً اُن کا درویشی سے کوئی تعلق نہ تھا، لہٰذا وہ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ کی مُعلمانہ شان کی قدر نہ کر سکے۔

سلطان العارفین قدس اللہ سرہ حلقۂ فقراء میں مرشدِ کامل ہیں۔ اور اپنے ابیات میں بھی انہوں نے اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے فقر کے موضوعات کو ہی ابیات میں بیان فرمایا ہے اور اِس انداز میں خوش نوائی کی ہے کہ ابیات پڑھنے والے پر بھی فقیری کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اِس لحاظ سے تو اُن کی یہ خصوصیت اور زیادہ قابلِ تعریف ہو جاتی ہے۔

اب تک ابیات پر دو سطح پہ کام ہوا ہے۔ جناب صاحبزادہ سلطان الطاف علی صاحب نے بڑی محنت سے تمام ابیات جمع کئے اور شرح لکھی۔ ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے ابیات کے وزن پر تحقیقی کام کیا۔ مگر ان کا کام کچھ زیادہ سود مند نہ ہو سکا، کیوں کہ وہ سلطان صاحب کے مسلک اور اشعار میں اس کی جھلک کے بارے میں کوئی ہمدردانہ رویہ نہیں رکھتے تھے مگر جہاں تک اُن کے کام کی نوعیت کا تعلق ہے، اس کی اہمیت سے انکار نہیں۔ اب بھی یہ

www.yakahu.com

کام کسی محقق کی تحقیق و اصلاح کا منتظر ہے۔

ابیات پر ایک مبسوط نوٹ میں پہلے لکھ چکا ہوں(۱۰)۔ اس لئے یہاں پہ انہی سطور پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔اس کے آخر میں یہ جملے ہیں ۔

"قوالی کی محفل ہو یا کہیں بھی کوئی مترنم آواز ھو کی تاثیر میں
ڈوبے ہوئے' یہ ابیات سُن کر' کون سا دِل ہے جو ہلِ نہیں جاتا
ان میں جذبہ کی گرمی بھی ہے اور تخیل کی لطافت بھی' الفاظ کی
معنی آفرینی بھی ہے اور لحن کی تاثیر بھی۔"

اِرشاداتِ

سُلطان العارفین

حضرت سُلطان باھُو

قدس اللہ سرّہٗ

www.yabahu.com

اِرشادات

حضرت سُلطان العارفین سُلطان باھُو قدس اللہ سرہٗ

جائیکہ مَن رَسیدم اِمکاں نہ ہیچ کس را
شہبازِ لا مکانم ' آں جا کُجا مگس را
عرش و قلم و کرسی ' کونین رہ نیابد
افرشتہ ہم نہ گنجد آنجا نہ جا ہَوس را

(جہاں تک میں پہنچا ' وہاں کسی شخص کے پہنچنے کا امکان نہیں ہے - میں لامکان کا شہباز ہوں ' وہاں مکھیوں کی کہاں جگہ ہے ؟ وہاں تو عرش و قلم و کرسی اور دونوں جہاں راہ نہیں پاتے - فرشتے کی بھی گنجائش نہیں - وہاں ہَوس کے لئے کوئی جگہ نہیں)

(کلید التوحید۔ صفحہ ۱۱)

مَیں شہباز کراں پروازاں وِچ افلاک کرم دے ھو
زباں تاں میری کُن برابر موڑاں کم قلم دے ھو
اَفلاطون ارسطو ' جیہے میرے اَگے کِس کم دے ھو
حاتم جیہے لکھ کروڑاں ' دَر باھُو دے منگدے ھو

(میں شاہباز ہوں اور کرم کے آسمانوں میں پرواز کر رہا ہوں - میری زبان سے نکلی ہوئی بات "کُن" کے برابر ہوتی ہے - میں قلم کے کام پلٹ سکتا ہوں - افلاطون اور ارسطو جیسے حکماء میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے - حاتم جیسے کروڑوں دولت مند سردار باھُو کے در کے بھکاری ہیں -)

(ابیاتِ باھُو)

www.yabahu.com

علم ----

نصیحت اور الٰہی رازوں کی معرفت کے لئے ہوتا ہے۔

(امیر الکونین۔ ص ۱۹)

اوّل طالب کو چاہئے کہ علم حاصل کرے
اُس کے بعد فقر کا اِرادہ کرے
ورنہ جہالت سے اِس راہ میں گُمراہ ہو جائے گا۔

(مجالسۃ النبی ﷺ۔ ص : ۱۳)

علم ہمیشہ عمل کے ساتھ ہی مفید ہوا کرتا ہے۔

(مجالسۃ النبی ﷺ۔ ص : ۱۴)

اے طالب!
جس کسی نے علم کو جانا اور عمل نہ کیا وہ شخص نامرد ہے۔
اور جس نے علم کو جانا اور عمل کیا وہ مَردِ دانا ہے۔

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۷۵)

اے طالب حق!
میں نے اپنی باطنی توفیق سے ہر علم کی مکمل طور پر تحقیق کی ہے۔
میں لاف زن نہیں بلکہ فقیر کامل ہوں اور اللہ کے فضل سے
دونوں جہان کی ہر چیز کُل و جزو مجھ پر عیاں ہو گئی ہے۔
کوئی چیز مجھ سے مخفی نہیں۔

(نور الہدیٰ۔ ص ۱۵۵)

ہر حال میں آدمی کو چاہئے
کہ صاحبِ علم و شعور ہو

(نور الہدیٰ۔ ص ۱۶۳)

علم جان کا مُونس ہے
جاہل فقیر شیطان کا مصاحب ہے۔

(قُربِ دیدار۔ ص ۳۱)

عارف جو بے علم ہو اندھا ہے
اور عالم جسے معرفت نہ ہو کسی طرح بھی حق تک نہیں پہنچ پاتا---
علم اور فقر کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

(محک الفقر خورد۔ ص ۳۶)

www.yabahu.com

علموں باجھوں فقر کماوے ' کافر مَرے دِیوانہ ہُو
سے دَر ہیاندی کرے عبادت' رہے اللہ کنوں بیگانہ ہُو
غفلت کنوں نہ کھلیئں پردے' دِل جاہل مُت خانہ ہُو
مَیں قُربان' تنہاں توں باھُو جنہاں ملیا یار یگانہ ہُو

(علم کے بغیر جو شخص فقر اختیار کرتا ہے' دِیوانہ اور کافر ہو کر مرتا ہے۔ سینکڑوں سال عبادت کرے' تب بھی اللہ سے بیگانہ رہتا ہے۔ اس کے غفلت کے پردے نہیں کھلتے' دِل جہالت کا مُت خانہ رہتا ہے۔ باھُو ! میں اُن کے قربان جاؤں' جنہیں بے مثل یار مل گیا)

(ابیاتِ باھُو)

علم عمل کے لئے ہے' عمل کے بغیر علم بانجھ عورت کی طرح ہے۔
(کلید التوحید کلاں۔ ص :۱۹۰)

علماء باعمل اور فقراءِ کامل دونوں گروہ بزرگ ہیں
جو شخص اِن کا دامن پکڑتا ہے' وہ دونوں جہان میں پریشان نہیں ہوتا۔
(کلید التوحید کلاں۔ ص :۸۱)

جو شخص علم کے ذریعہ نفسانی لذات حاصل کرے' وہ بمنزلہ سانپ ہے۔ اور جو علم کے ذریعہ قلب اور رُوح کو سنوارتا ہے' وہ عالم باعمل ہُشیار لائق دیدار ہے اور عالم باللہ' عالم فی اللہ اور عالم ولی اللہ اسی کو کہتے ہیں۔ ایسا شخص علم کے مرتبہ سے بڑھ کر اولیاء اللہ کے مرتبے کو پہنچتا ہے اور بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح اسم جَلَّ شانہ' میں غرق ہو جاتا ہے۔
(عقلِ بیدار۔ ص :۱۵)

وہ کون سا علم ہے' جس کے سبب شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ طمع اور حرص کا علم ہے جو پہلے وہ نفس کو سکھاتا ہے اور نفس اس کے سبب بے دِین ہو جاتا ہے۔
(عقلِ بیدار۔ ص :۲۶)

شیطان کو علم نے کہاں تک پہنچایا' بدبختی اور لعنت میں ؟۔ یہ علم رُوح کے

www.yabahu.com

خلاف ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ شروع میں ہی نفس خدا سے باز رہ جاتا ہے اور بے یقین ہو جاتا ہے -

بالیقین علم تو شاہراہ ہے اور علم بے معرفت گمراہ کنندہ ہے -

(عقلِ بیدار)

عارف لوگ، جو حق کو پالیتے ہیں اُن کی یہ علامت ہے کہ وہ عالم ربانی ہوتے ہیں۔ عالمِ ربانی میں یہ جرأت، حوصلہ اور طاقت نہیں کہ عالمِ ربانی کا مقابلہ کر سکے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۵۸)

وہ علم، علم نہیں جو دُنیا کی حرص ہٹا کر آخرت کا خوف پیدا نہ کرے اور غفلت سے الگ کر کے ہشیاری، خدا ترسی اور شب بیداری کی طرف راغب نہ کرے اور حرام و حلال کے درمیان فرق نہ بتائے بلکہ رشوت خوری، ریاکاری اور جھوٹ بولنے پر اکسائے اور اپنی جان کے ساتھ ہی انصاف نہ کرے اور احکامِ دین کو بھلادے اور روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے میں کوشاں رہے۔

(محک الفقر خورد۔ ص: ۳۵)

ظاہری علم، چراغ کی طرح ہے جس سے جہان کے ہر ایک گھر میں روشنی ہوتی ہے اور باطنی علم بمنزلہ آفتاب ہے، جس سے سارا جہاں روشن ہے۔

عالم باللہ عارف، آفتاب کی طرح ہے جو روز بروز طلوع ہو کر تاریکی کو دُور

کرتا ہے - فقیر آفتاب ہے اور دُنیا تاریک۔

(امیر الکونین۔ ص: ۵۸)

میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو معرفت، قرب اور دیدار کی خاطر علم پڑھتا ہو اور اس کی غرض اس سے روشن ضمیری اور بیداریٔ قلب ہو بلکہ وہ (علماء ظاہر) دُنیاوی رزق اور روزگار کی خاطر پڑھتے ہیں۔

(امیر الکونین۔ ص: ۱۱۳)

علماء تو علم مَردوں سے سیکھتے ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں۔

(محبت الاسرار۔ ص: ۱۴)

واضح رہے کہ علماء وارثِ انبیاء اور صاحبِ ادب ہیں اور فقراء صاحبِ حکم، جو شخص علماء و فقراء کا دوست ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتا ہے، کیونکہ علم لعلوں کی کان ہے۔ علم ہی سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی سے وصال نصیب ہوتا ہے۔ علم ہی سے مشکلات آسان ہوتی ہیں۔ اللہ بس باقی ہوس۔

(اسرارِ قادری۔ ص: ۳۱)

جو عالم بے معرفت ہے، ناداں ہے۔

www.yahuahu.com

جو لوگ ساری عمر (صرف) مطالعہ میں بسر کر دیتے ہیں' وہ نادان بچے ہیں جو مرتے وقت ملک الموت کو دیکھ کر سب بھول جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک حرف بھی یاد نہیں رہتا۔

(تیغِ برہنہ۔ ص: ۱۴)

عالمِ بے عمل اور فقیرِ بے توکل و صبر سے خدا محفوظ رکھے۔

(عین الفقر۔ ص: ۱۶۰)

عالم کلام سُن کر علم حاصل کرتے ہیں اِس لئے صاحبِ شنید ہیں۔ فقیر دِل کی آنکھوں سے دیکھ کر معرفت حاصل کرتے ہیں' اِس لئے صاحبِ دید ہیں۔

(محک الفقر کلاں۔ ص: ۲۰۲)

کامل اور دانا وہ ہے جو ظاہر میں اوراق کا مطالعہ کرتا ہو اور باطن میں ذِکرِ الٰہی کے شغل میں غرق ہو۔

(محک الفقر کلاں۔ ص: ۳۰۰)

علمائے دِین 'دُنیا کے چراغ کی طرح ہیں اور فقراء آفتاب کی طرح ہیں۔ فقیر آفتاب ہے جو جاہل کو ایک نظر میں علم عطا کرتا ہے اور عالم کو عارف کر دیتا ہے۔

(نور الہدیٰ کلاں۔ ص: ۲۵)

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبر' مُلّاں کرن وڈیائی ھو
ساون مانہہ دے بدلاں وانگوں پھرن کتاباں چائی ھو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اُتھے پڑھن کلام سوائی ھو
دو ہیں جہانیں مُنھے باھوؒ جنہاں کھادی وچ کمائی ھو

حافظِ قرآن پڑھ پڑھ کر تکبر کرتے ہیں' مُلّاں لوگ بڑائی میں پڑ جاتے ہیں۔ ساون کے مہینے کے بادلوں کی طرح کتابیں اُٹھائے پھرتے ہیں' جہاں کھانے پینے کی چیزیں وافر دیکھتے ہیں' زیادہ کلام پڑھتے ہیں۔ ان کے دونوں جہان گئے جنہوں نے اپنی کمائی بیچ کھائی۔

(ابیاتِ باھوؒ)

www.yabahu.com

جو شخص اولیاء اللہ کی تصانیف کا ہمیشہ مطالعہ کرتا رہے گا' اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہ ہو گی اور اُن کی تصانیف کی برکت سے ذِکر' اِرادت اور حیاتِ دِل نصیب ہو گی۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۶۹)

جو عالم عامل' زندہ دِل اور صاحبِ ذِکر ہے وہ کامل فقیر ہے۔

(نور الہدیٰ کھورد۔ ص: ۲۳)

اللہ کی راہ کو نہ علم سے تعلق' نہ جہالت سے واسطہ' یہ تو محض محبت اور اخلاص کی راہ ہے۔

(نور الہدیٰ کھورد۔ ص: ۹)

جو صاحبِ دَرد ہے' وہی مَردِ خدا ہے
اور کامل کی توجہ بے مثل ہے۔
دِل وہی ہے جو مَردانِ خدا کی تاب سے آب ہو جائے' نہیں تو پانی اور مٹی کا ایک لوتھڑا ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۱۳)

جو شخص قُربِ الٰہی کے احوال سے بے خبر ہے' خواہ وہ عالم بھی ہو تو جاہل ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۱۴)

فقر کی اِبتدا اور اِنتہا سراسر معرفت' قرب اور حضوری ہے۔

عقلِ بیدار۔ ص: ۱۴۴)

فقر کی ابتدا یہ ہے کہ بدن پر شریعت کا لباس پہنے اور احوالِ حقیقت سے واقف ہو کر معرفت میں غوطہ لگائے' دَم بدم صاحبِ کرم وجود ہو۔ مجلسِ مُحمدی ﷺ کا محرم ہوا اور فنافی اللہ ہو جائے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۵۴)

واضح رہے کہ علم سونے چاندی اور نقدی کی طرح ہے اور فقر و معرفت فولادی تیغ کی طرح ہے پس جو کام تلوار سے نکل سکتا ہے' وہ سونے چاندی سے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۶۷)

رَبانی کلمات پڑھنے سے نفس مردہ اور قلب زندہ ہو جاتا ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۷۶)

www.yabahu.com

اے عالمِ باعمل! تو کامل فقیر کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ کیونکہ فقیر احکم الحاکمین کے حکم سے صاحبِ حکم ہوتا ہے۔ فقیر کا سوال حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے' اس میں عین حکمت ہے۔

(توفیق الہدایت۔ ص: ۶۵)

نماز کے تارک فقیر کو حق تعالیٰ کی معرفت کی بو بھی نہیں پہنچتی' خواہ وہ تجھے چاند سے لے کر مچھلی تک سب کچھ دِکھادے' یہ محض استدراج اور گمراہی ہے۔

(محکم الفقرا۔ ص: ۲۸)

جو باطن ظاہر کے موافق ہے برحق ہے کیونکہ منجانب اللہ ہے اور جو باطن ظاہر کے مخالف ہے' وہ باطل ہے۔

(توفیق الہدایت۔ ص: ۱۰)

جاہل سے بڑھ کر جہان میں کوئی خوار و ذلیل اور بُرا نہیں ہوتا۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۸)

اہلِ بدعت فقیر شیطان کا مُرید ہے اور صاحبِ شریعت فقیر اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہے اہلِ بدعت فقیر باؤلے کتے کی طرح ہے۔ ایسے لوگ گو فقر کا دعویٰ کرتے ہیں

لیکن وہ فقیر نہیں بلکہ ٹکر گدا اور نفس کے کتے ہیں۔ باطن میں معرفتِ الٰہی سے محروم' روزی کے لئے سائل بنتے ہیں۔

(امیر الکونین۔ ص: ۷)

واضح رہے کہ جو فقیر خلافِ شرع شریف ہو' اس کا باطن بھی باطل ہے اور اس کا دعویٰ جھوٹا اور بے اعتبار ہے۔

(نور الہدیٰ۔ ص: ۷۶)

جو شخص امر معروف بجا نہیں لاتا' وہ مردُود اور خبیث ہے۔

(کلیدِ جنت۔ ص: ۲۹)

جس طریقہ کو شریعت رَد کرے' وہ بے دینی ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۷)

مَردانِ خدا پہلے نفس کو درست کرتے ہیں پھر معرفت و حضوری کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں' اُس کے بعد انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ مجاہدہ وغیرہ سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

(امیر الکونین۔ ص: ۷)

www.yahahu.com

جو فقیر کامل اور نامور عالم بے ریا ہو' اس کا ادب ملحوظ رکھو' خواہ اس کی تصویر دیوار پر ہی کیوں نہ بنی ہو۔

اگر تو عقل مند ہے تو تجھے ایک ہی بات کافی ہے اور اگر احمق ہے تو نفس کی قید میں رہ۔ اہلِ نفس مکھی کی طرح ہیں' خواہ وہ اُڑیں بھی تو شہباز کو نہیں پہنچ سکتے۔

(امیر الکونین۔ ص : ۳۴)

یقیناً اِستقامت' کرامت سے بہتر ہے۔

(مُحکم الفقرا۔ ص : ۱۰)

جو دِل محبت سے پُر دَرد اور نُور سے گرم ہے' وہ دُنیا اور اہلِ دُنیا سے سرد ہے۔

(محکم الفقرا۔ ص : ۲۱)

مَرد' وہ ہے کہ جس حال میں ہو' اپنے نفس کا خود انصاف کرے۔ نفس پرست سارے ہی ہیں' خدا پرست کوئی کوئی ہے۔ اَللہ نَس باقی ہَوس۔

(اسرارِ قادری۔ ص : ۵۴)

جس راہ کو شریعت نے رَد کر دیا' وہ کفر ہے۔

(مجالسۃ النبی ﷺ۔ ص : ۱۳)

اہلِ حضور خاموش ہیں اور اسی خاموشی کے عالم میں حضوری میں ہیں اور خونِ جگر پیتے ہیں۔ لیکن بے عقل' جوش و خروش میں خود فروش ہیں۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۲۳)

فقیر کا وجود کان ہے اور اُس کی باتیں جو وہ کہنہ وغیرہ کی بابت کرتا ہے' بیش بہا موتی ہیں۔ نَس اے احمق' حیوان' پریشان! اُس کی جلالیت کے قہر سے ڈر کیونکہ فقیر کا قہر اللہ تعالیٰ کے قہر کا نمونہ ہے اور فقیر کا کلام مشکل کُشا ہے۔

فقیر کی توجہ' نظر' نشست و برخاست اور اُسکا ہر ایک کام حکمت سے خالی نہیں' کیونکہ حکیم کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۲۵)

دِل اور قلب کی ولایت' ملک لایزال ہے اور دونوں جہان' دِل کے مقابلے میں بمنزلہ جزو ہیں۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۲۵)

www.yabahu.com

دِل دریا سمندروں ڈونگھے، کون دِلایاں دیاں جانے ھو
وِچ بیڑے، وِچ جھیڑے، وِچ ونجھ موہانے ھو
چوداں طبق دِلے دے اندر جتھے عشق تمبو ونج تانے ھو
جو دِل دا محرم ہووے باھُو سوئی رَبّ پچھانے ھو

(دِل سمندروں کی مانند گہرے ہیں، دِلوں کی تہہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اِن سمندروں میں کشتیاں اور ملاح سبھی موجود ہیں، چودہ طبق دِل کے اندر خیمے کی طرح تنے ہوئے ہیں - باھُو! جو دِل کا محرم ہو، وہی رب کو پہچان سکتا ہے-)

(ابیاتِ باھُو)

فقیر اگرچہ ظاہر میں محتاج معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر قابض، عارف، وَلی اللہ اور عالم باللہ ہوتا ہے-

(عقلِ بیدار۔ ص: ۳۷)

رُستگاری کا مرتبہ، راستے کی راستی ہے اور کم آزاری راہبر اور رہبری کا وسیلہ اور دِل آزاری سراسر گناہ ہے- اہلِ حضور ہر مرتبہ سے آگاہ ہے-

(عقلِ بیدار۔ ص: ۳۹)

اگر فقیر مرتبہ چاہے تو اُسے اِس قدر قوت حاصل ہے کہ وہ ظلِ اللہ بن سکتا ہے-

(عقلِ بیدار۔ ص: ۳۱)

جن اولیاء اللہ کا تصرّف بے شمار غیبی خزانوں پر ہے اُن کی قید میں مشرق و مغرب تک ہر ایک چیز ہے-
ولی اللہ ظلِ اللہ ہوتا ہے-

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۰۹)

جو جس قدر عارف ہے اُسی قدر زیادہ عاجز ہے، کبھی اُمید میں ہوتا ہے کبھی خوف میں۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۰۹)

www.yabahu.com

غنی اور لایحتاج فقیر کی نگاہوں میں ہشت ہزاری اُمراء بلکہ بادشاہ تک حقیر ہیں۔
کیونکہ بادشاہی کی لذت معرفتِ الٰہی سے باز رکھتی ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۲۶)

وہ لوگ، بڑے ہی غافل ہیں، جو تھوڑا سا علم اور عقل حاصل کر کے اہلِ کُل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۳۸)

فقیر صاحبِ اَمر ہے۔
اگر بادشاہ ظلِ اللہ بھی ساری عمر طلب میں صرف کرے تو بھی وَلی اللہ فقیر کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا لیکن اگر فقیر چاہے تو قُربِ الٰہی کی توجہ سے بادشاہ کے ساتھ ملاقات کر سکتا ہے اور بادشاہ کو اِس طرح اپنی طرف کھینچ سکتا ہے کہ بادشاہ ننگے پاؤں بڑی عاجزی کے ساتھ حلقہ بگوش غلام کی طرح حاضر ہو جائے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۲)

فقیر کُل ہے اور باقی تمام طبقاتِ اولیاء مثلاً غوث و قطب وغیرہ کے مراتب بمنزلہ جزو ہیں۔

(امیر الکونین۔ ص: ۱۷)

جو عارف، فقط نظر سے ہی علم کو رَواں کر سکتا ہے اور توجہ سے طالبوں کو حضور میں پہنچا سکتا ہے، اُسے ظاہری علم پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟
معرفت سے صاف آئینہ کی طرح تمام مراتب نظر آتے ہیں اور صاحبِ معرفت کو ہر مقام اور ہر مرتبہ کی نہ صرف واقفیت ہوتی ہے بلکہ وہ اُنہیں دیکھتا بھی ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۱۹)

معرفت کی اصل نُور ہے جس سے عارف کو دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۲۲)

عارف فقیر کے چار گواہ ہیں: عیب پوشی، خاموشی، دستکاری اور کم آزاری۔
یہ چاروں باتیں فقر کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں جو اِن صفات سے متصف نہیں اُسے فقیر نہیں کہہ سکتے بلکہ احمق، رُسوا اور بازاری ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۳۱)

جو عارف سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو دیکھے، وہ مُرتد ہے اور اس کی معرفت مردُود ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۱۰۶)

www.yabahu.com

جاننا چاہئے کہ معرفت کی کیا علامت ہے اور عارف کی کونسی راہ ہے ؟

معرفت کی علامت یہ ہے کہ قُربِ الٰہی حاصل ہو

اور عارف کی راہ یہ ہے کہ اُس کی نگاہ دِیدارِ الٰہی پر ہو اور وہ ہر طریقے سے واقف ہو۔ یہ مراتب سلطان العارفین کے ہیں ۔۔۔۔

عارف کی نگاہ ہمیشہ دِیدار پر ہوتی ہے' سوائے دِیدار کے اور کچھ دیکھنا اس کی نگاہ کے لئے حرام ہوتا ہے -

عارف کی ایک اور علامت یہ ہے کہ عارف کا طالب پہلے ہی روز عارِف ہو جاتا ہے-

(امیر الکونین۔ ص :۳۹)

عارِف کیلئے حیات و موت یکساں ہے-اگرچہ ظاہر میں ممات کے مراتب کی قوت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں لیکن سب پر غالب ہوتے ہیں -

اگرچہ خلقت اُنہیں جانتی ہے کہ وہ خاک تلے سوئے پڑے ہیں لیکن دَر اَصل وہ قبر اُن کے لئے قُرب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور جناب سرورِ کائنات ﷺ کے ہم مجلس ہوتے ہیں-

اولیاء اللہ فقیر جس طرح زندگی میں لوگوں کو طالب اور مُرید کر کے تعلیم و تلقین کرتے ہیں' اسی طرح ممات میں بھی کیا کرتے ہیں بلکہ حیات سے دوچند-

(امیر الکونین۔ ص :۱۰۷)

غیب کا جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اپنا علمِ خاصہ

سکھاتا ہے جیسا کہ علمِ لدُنّی۔ بعض کو قربِ الٰہی سے الہام پیغام وصول ہوتا ہے -

یہ راہ حضرت مُحمّد رسول اللہ ﷺ کی عنایت کردہ ہے جو اس کا منکر ہے' وہ مردُود ہے مُردہ دِل اور رُوسیاہ ہے مُردار کی جستجو کے درپے ہے-

(امیر الکونین۔ ص :۱۱)

واضح رہے کہ شاعروں کے لئے علم بلاغت و فصاحت وغیرہ کا جاننا ضروری ہے اور فُقراء کو قُرب اور حضوری علم درکار ہے۔ شاعر کا کلام ناقص یا خام ہو تو اُس کے لئے باعثِ ذلت ہے لیکن اگر فقیر کا کلام خام ہو تو بھی شہد کی طرح میٹھا اور سونے چاندی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے -

(امیر الکونین۔ ص :۱۲۰)

فقر کا مقام ایک گہرا سمندر ہے جو سدرۃُ المنتہیٰ رُوح الامین کا مقام ہے۔ اِس حق الیقین مقام کو صرف اہلِ دِین ہی دیکھ سکتے ہیں-

(مُحبّت الاسرار۔ ص :۸)

کسی کامل فقیر کی جستجو کر۔

اگرچہ وہ دُور دراز فاصلے پر رہتا ہو تو بھی اُس کی زیارت سے باز نہ رہ-

(مُحکم الفقراء۔ ص :۱۶)

www.yabahu.com

بے عقل وہ شخص ہے جو آخرت اور روزِ حشر کا خیال نہ کرے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ فقر کے حوالے کرتا ہے، وہی دُنیا میں دانا اور عقل مند ہے۔

(محکم الفقراء۔ ص : ۲۳)

ہر چیز کی کسوٹی ہُوا کرتی ہے، سو علم کی کسوٹی فقر ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۶)

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اُس کے وجود اور نظر کو کیمیا بنا دیتا ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۷)

جس کا نام ولی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ پہلے اُسے بلا میں مبتلا کرتا ہے۔ اللہ والے اُس بلا کو نعمت سمجھتے ہیں۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۲۳)

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فقیری مُشکل ہے لیکن فقیر باھُو کہتا ہے کہ فقیری مشکل نہیں، مشکل وہ بات ہوتی ہے جو دِل کو اچھی نہ لگے۔
جس کو فقر دِل سے بھاتا ہے اُس کیلئے آسان ہے۔ اہلِ فقر دِن رات اِس واسطے

ڈرتے ہیں کہ کہیں فقر اُن کے ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

(جامع الاسرار۔ ص ۳۱)

واضح رہے کہ فقیری کوئی آبائی میراث نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ یکتا ہونا ہے۔
فقیری سیّد یا قُریش ہونے پر منحصر نہیں، بلکہ عرفان پر منحصر ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۵۱)

عِشق کی راہ سخت کٹھن ہے۔
اگر جانا ہے تو عاشق ہو کر جاؤ، وَرنہ عاشقوں کا مُنہ نہ دیکھو۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۵۷)

فقیر بمنزلہ آفتاب ہے، جس قدر زیادہ نِکلتا ہے اُسی قدر اُس کی روشنی اور تجلّی، تاریکی اور اندھیرے کو محو کرتی ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص : ۳۱)

www.yabahu.com

غوث قطب ہِن اورے اُور ریرے، عاشق جان اگیرے ھو
جیہڑی منزل عاشق پہنچن، اوتھے غوث نہ پاون پھیرے ھو
عاشق وِچ وصال دے رہندے، جنہاں لامکانی ڈیرے ھو
مَیں قربان جنہاں توں باھُو جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھو

(غوث و قطب تو اِدھر ہی رہتے ہیں، عاشق اُن سے آگے نکل جاتے ہیں۔ جن منزلوں تک عاشق پہنچتے ہیں، وہاں تک غوث تو چکر بھی نہیں لگا سکتے۔ عاشق ہمیشہ وِصال میں رہتے ہیں، اُن کے ڈیرے لامکان میں ہیں۔ مَیں اُن پر قربان جاؤں باھُو! جنہوں نے ذات میں بسیرا کیا ہے۔)

(ابیاتِ باھُو)

اہلِ فقر کا چہرہ عظمت و عزت کے باعث چودھویں کے چاند کی طرح ہوتا ہے۔ اور اہلِ دُنیا کا چہرہ نجاستِ دُنیوی کے باعث مکروہ اور گھناؤنا ہوتا ہے۔

قیامت کے دِن عُلماء بھی حساب میں مبتلا ہوں گے اور اہلِ دُنیا بھی، علماء کو حلال کی وجہ سے ثواب حاصل ہوگا اور اہلِ دُنیا کو عذاب لیکن فقیر عارف باللہ بے حجاب اور بے حساب ہوگا۔

(اسرارِ قادری۔ ص: ۲۱)

جس فقیر کی نظر قربِ الٰہی پر ہے نہ کہ طمعِ شاہی پر، وہ بادشاہ سے بڑھ کر ہے۔

(اسرارِ قادری۔ ص: ۷۱)

حق کو لے لے اور بدعت و کفر سے استغفار کر۔
جو صاحبِ نظر ہے، وہ ہر طریق سے توحید سے نزدیک تر کر دیتا ہے۔

(اسرارِ قادری۔ ص: ۱۹)

اولیاء اللہ قیامت تک ایک دوسرے کے قائم مقام ہو کر آفتاب کی طرح روشن رہیں گے۔

(توفیقِ ہدایت۔ ص: ۱۵)

www.yabahu.com

ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہی خدا پرست ہوتا ہے جو اپنے رب کے دیدار کی طلب میں زندہ قلب اور بیدار دِل ہوتا ہے۔

(توفیقِ ہدایت۔ ص: ۳۱)

ایسے لوگوں سے ہزار بار استغفار ہے جو ظاہر میں ہر دِلعزیز اور اہل دکان ہوتے ہیں لیکن ان کے باطن میں خباثت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ ایمان سے بالکل بے بہرہ اور بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سونے چاندی اور دُنیاوی مال کی فکر میں رہتے ہیں، راہزن اور کافر ہوتے ہیں۔

فقیر وہی ہے جسے تحقیقی طریقہ حاصل ہو۔ ظاہر میں بااخلاص، شریعت میں مضبوط اور مستحکم ہو اور باطن میں معرفتِ الٰہی اسے حاصل ہو۔

(توفیقِ ہدایت۔ ص: ۲۹)

فقیر بادشاہ ہوتا ہے اور سائل گدا۔

جس شخص کو ظاہری و باطنی تصرف حاصل نہیں، اُسے عارف باللہ فقیر نہیں کہہ سکتے۔

(توفیقِ ہدایت۔ ص: ۴۴)

فقیر غنی ہوتا ہے، اس کو قربِ الٰہی کی وجہ سے غنایت حاصل ہوتی ہے، نہ کہ دُنیاوی مال واسباب کی وجہ سے کیونکہ دُنیاوی مال واسباب کی وجہ سے جو غنایت حاصل ہوتی

ہے، وہ باطل ہوتی ہے۔

(توفیقِ ہدایت۔ ص: ۴۶)

دُنیا میں سب سے بڑا مرتبہ بادشاہی ہے لیکن فقیر عارف باللہ اِس کمینہ اور کمتر مرتبے کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔

( )

مثل ہے کہ جو بادل زیادہ گرجتے ہیں، برستے نہیں۔ یہی حال اہلِ کمال کا ہے، وہ اپنی زبان بند رکھتے ہیں۔

جمد شاخ پُر میوہ سر بر زمین۔

(کلید التوحید خورد۔ ص: ۱۹)

جو کچھ تو طلب کرنا چاہتا ہے، فقیر سے طلب کر۔

(قُربِ دیدار۔ ص: ۳۹)

اہلِ محبت وہ لوگ ہیں جو خُدا اور رسول ﷺ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اور اُن کی محبت میں غرق رہتے ہیں۔

(عین الفقر۔ ص: ۱۰۰)

www.yabahu.com

فقیری کسی کی ورثہ نہیں اور نہ ہی اس کی حقیقت گفتگو سے دریافت ہو سکتی ہے' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے جو دریا کی موج کی طرح ہے۔ فقراء ایسی موج کے منتظر رہتے ہیں کہ کب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے

(عین الفقر۔ ص : ۱۱۴)

فقیر وہ ہے' جس کے دِل میں دونوں جہان پوشیدہ ہیں۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۱۸)

جس طرح اہلِ دُنیا' مال و دولت کے لئے پریشان رہتے ہیں' اِسی طرح فقراء دِیدارِ الٰہی کے لئے پریشان رہتے ہیں۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۵۸)

اہلِ عبادت مُبتدی اور اہلِ معرفت مُنتہی ہیں۔ مُبتدی' مُنتہی کے حال سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۶۵)

دُنیا میں دو گروہ آزاد ہیں : فقراء و سلاطین۔ ان جیسی آزادی کسی کو نہ ہوئی ہو گی فقراء اِس وجہ سے بے نیاز ہیں کہ وہ بے نیاز کے ہم نشین ہیں' سلاطین اِس لئے بے نیاز ہوتے

ہیں کہ مال و زر کی محبت میں مست رہتے ہیں۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۶۹)

درویش صاحبِ شعور اور فقیر صاحبِ حضور کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے دل میں دُنیا کی محبت نہیں رکھتا۔

جو شخص 'ہوائے نفسانی کو چھوڑ دے' صاحبِ شوق ہے اور جو دُنیا اور مال و زَر کو چھوڑ دے' صاحبِ ذَوق ہے۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۸۱)

بعض درویش کہتے ہیں کہ ہر محلّہ اور ہر ایک شہر فقراء کی برکت سے قائم ہے بلکہ فُقراء کا پھرنا اور سیر کرنا' خالی از حکمت نہیں۔

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۵۴)

عارِف بغیر حکمِ رَبّی کسی شخص سے ہم کلام نہیں ہوتا۔

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۷۸)

جس طرح آفتاب کی نظر ہمیشہ پہاڑ پر پڑتی ہے' ایسے ہی اللہ کی رحمت کی نظر عارفوں کے دِل پر پڑتی ہے۔ (کیونکہ دُنیا کے ظُلمت کدہ میں وہی نمایاں اور بلند ہوتے ہیں)

www.yabahu.com

.....جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر عرش و کرسی، لوح و قلم اور صورتِ انسان اور علمِ زبان پر نہیں ہے بلکہ انسانِ کامل کے دِل پر ہے -

اور انسانِ کامل، انبیاء و اولیاء اللہ ہیں جن کے دِل ذِکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں-

(محک الفقر کلاں۔ ص :)

فقراء آئینہ کی طرح ہیں، جس صورت میں فقیر کو دیکھے اپنی صورت کی حقیقت ہی سامنے دِکھائی دیتی ہے-

پس جو شخص فقیر کو بے برکت اور خالی جانے، وہ دونوں جہان میں بے برکت اور خالی ہے -

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۱۳۷)

اور جس نے فتح و نصرت اور بادشاہی پائی، فقیر اور درویش سے پائی-

بَر دَرِ درویش رو، ہر صبح و شام
تا، تُرا حاصل شَوَد مطلب تمام

(ہر صبح و شام درویش کے دروازے پر حاضری دو تاکہ تمہیں پورا مقصد حاصل ہو)

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۱۴۵)

زِندہ دِل صاحبِ راز کو کوئی ریاضت درکار نہیں کہ وہ ہمیشہ باحضور ہے-

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۱۹۳)

جس کو سِرّ کی خبر ہے، وہ ہمیشہ وَرَقِ دِل کے مطالعہ میں رہتا ہے اور ہر مقام پر نگاہ رکھتا ہے -

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۲۰۱)

فقر نعمت ہے اور یہ نعمت ہر کسی کو نہیں ملتی، سوائے دوستانِ خدا، مثل انبیاء و اولیاء کے-

جو نبیوں اور ولیوں کے علاوہ فقر کا دعویٰ کرے، کاذِب ہے-

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۲۳۵)

فقیر کا دُشمن تین حکمتوں سے خالی نہیں، یا وہ منافق ہوگا یا حاسد یا کافر-

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۲۹۴)

نہ ہر درویش صاحبِ ولایت و نظر ہے اور نہ ہر شخص لائقِ صُحبتِ خضر علیہ السلام ہے- ہزاروں لاکھوں میں کوئی ایک فقیر، صاحبِ تصرّفِ سیم و زَر ہوتا ہے-

(نُور الہُدیٰ۔ ص : ۱۱۷)

www.yahahu.com

عارف' صاحبِ مشاہدۂ احوال ہے۔

(نور الہدیٰ۔ ص: ۱۴۱)

کیمیا نظر اُس شخص کو کہتے ہیں جو ایک ہی نگاہ سے جاہل کو عالم بنادے اور اس پر تمام علوم منکشف کردے۔

(مفتاح العارفین۔ ص: ۵۳)

جو شخص صاحبِ قلب ہوتا ہے اُسے دائمی اور سرمدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۹)

اُسی فقیر کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہو سکتی ہے' جو ہمیشہ ذِکر و فکر اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۵۴)

مجھے اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو فقراء کی برائے خدا خدمت نہیں کرتے بلکہ اُلٹا اُنہیں اینٹ پتھر مارتے ہیں۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۵۷)

فقیر کی زبان منہ میں ایسی ہے جیسے میان میں تلوار'
اگر وہ تلوار سونتی جائے تو قہر فقیر قہرِ خدا کی صورت اختیار کر کے تمام جہان کو قتل کردے کیونکہ فقراء کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہوتی ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۵۷)

دِیوانگی اور بے شعوری' جنونیت کی علامت ہے۔ ایسے لوگ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۵۹)

جو مُہذّب و متقی ہے' روزِ ازل سے ہی شائستہ اور متقی ہے۔ وہ لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۱۰۵)

ولی اللہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو سر سے پاؤں تک رحمتِ الٰہی میں لپٹا ہوا ہو۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۱۵۸)

فقیر ہونا آسان کام نہیں۔
فقر میں پروردگار کے اسرارِ عظیم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۱۶۴)

www.yabahu.com

اہلِ دُنیا کو لازم ہے کہ وہ فقراء سے اِلتجا کریں لیکن فقیر کے لئے کسی دُنیادار کا ملتجی ہونا گناہ ہے۔ہاں! اگر اللہ کے حکم یا اجازت سے ایسا کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

جو فقیر دِن رات 'اہلِ دُنیا سے ہم پیالہ و نوالہ رہتا ہے' وہ اہلِ دُنیا سے بھی بد تر ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۱۵۵)

فقر اور معرفت کا مرتبہ تمام مرتبوں سے بدتر' عظیم اور کریم ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۲۱۳)

تمام زمین' درویشوں کے قدم کی برکت سے آباد ہے۔

جو درویشوں کا مُنکر ہے' وہ دونوں جہان میں پریشان ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۳۰۷)

جن لوگوں کو فنافی التوحید اور معرفتِ الٰہی کا درجہ حاصل ہے' اُن کا ظاہر و باطن نُور ہے۔ خواہ وہ بظاہر خاک میں مدفون ہوں' لوگوں کی نگاہ میں اہلِ قبور ہوتے ہیں لیکن یاد رکھو' موت اُن کے لئے (محض) ایک حجاب ہے' موت میں اُن کے لئے ثواب ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۳۲۹)

اِس رَاہ (فقر) میں بے دَرد' نامَرد ہے۔ کیونکہ اہلِ دِل کا علاج 'دَردِ دِل ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص:)

اہلِ دِل کی کیا علامت ہوتی ہے؟

وہ روٹی کھاتا ہے اِس جہان کی اور کام اُس جہان کا کرتا ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص: ۲۱)

کامل فقیر علم کا فیض بخشتا ہے اور دستگیری کرتا ہے..... پس دُنیاوی مال و متاع کو عارف فقیر کبھی قبول نہیں کرتا۔ یہ کام اہلِ فضل و فیض اور اہلِ مجلس کیلئے مفید نہیں۔

دنیاوی علم سے حیا جاتی رہتی ہے جو کہ حیات کا جزو ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۳۶)

www.yabahu.com

الف۔

ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے مَیں مُرشد دیکھ نہ رَجاں ھو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں، ہک کھولاں ہک کجّاں ھو
اِتنیاں ڈِٹھیاں صبر نہ آوے، ہور کِتے وَل بھجّاں ھو
مُرشد دا دِیدار ہے باھو! مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ھو

(مَیں مُرشد کے دِیدار سے سیر نہیں ہوتا، کاش میرا سارا بدن آنکھ بن جائے۔
ہر روئیں کے ساتھ لاکھ آنکھیں پیدا ہو جائیں تاکہ ایک بند کروں تو دوسری کھل جائے۔
پھر بھی کسی طرح قرار نہ آئے تو بھاگ کر کہاں جاؤں ؟۔
باھو! مُرشد کا دِیدار میرے لئے لاکھ کروڑ حج کے برابر ہے۔)

(ابیاتِ باھو)

س۔

سے روزے، سے نفل نمازاں، سے سجدے کر کر تھکّے ھو
سے واری مکّے حج گذاران، دِل دی دَوڑ نہ مکّے ھو
چلّے چلّیے، جنگل بھونا، اِس گل تھیں ناں پکّے ھو
سبھے مطلب حاصل ہوندے باھو، جد پیر نظر اک تکّے ھو

(سینکڑوں روزے رکھے، نوافل نماز میں سجدیکر کر کے تھک گئے، سینکڑوں حج کئے مگر دِل کی دَوڑ اختتام تک نہ پہنچی۔ جنگل میں چلّے کاٹے، جنگلوں میں گھومے لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ باھو! جب شیخ ایک نظر دیکھتا ہے تو سب مطالب حاصل ہو جاتے ہیں۔)

(ابیاتِ باھو)

www.yabahu.com

باتوفیق مُرشد' غالب الامر اور قافلہ سالار ہوتا ہے-

(امیر الکونین۔ ص: ۱۲)

طالب مُرشد کو نہیں پہچان سکتا- ہاں! مُرشد طالب کو پہچان سکتا ہے-
طلب' طالب کو اِس طرح پہچان لیتی ہے جیسے قسمت اہلِ قسمت کو-

(امیر الکونین۔ ص: ۱۰۶)

ہزاروں کتابوں کے سارے احوال مُرشد کے قال کے ایک نکتے میں آجاتے ہیں-

(امیر الکونین۔ ص: ۳۸)

طالب کو چاہئے کہ اگر مرشد سے ایک دِن رات میں مقصد حاصل نہ ہو تو اُس سے کنارہ کشی کرے- اللہ بَس باقی ھَوس-

(جامع الاسرار۔ ص: ۵۷)

کامل مُرشد وجودِ دِل کے دَروازوں کی کُنجی ہے' اُس کے ہوتے ہوئے کسی تالے کی کلفت باقی نہیں رہتی- تمام مشکلات یکبارگی حل ہو جاتی ہیں-

(جامع الاسرار۔ ص: ۷۵)

ک

کاملُ مُرشد ایسا ہووے' جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ھو
نال نگاہ دے پاک کریندا' وِچ سچی صیون نہ گھٹے ھو
مَیلیاں نُوں کر دیندا چِٹا' وِچ ذرّہ مَیل نہ رکھے ھو
ایسا مُرشد ہووے باھو جیہڑا لُوں لُوں دے وِچ وَسے ھو

(کامل مُرشد ایسا ہونا چاہئے' جو دھوبی کی طرح صاف کر دے۔ نگاہ سے دِل کو پاک کر دے- مَیلوں کو سفید کر دے- ذرّہ بھر مَیل نہ رہنے دے- ایسا مرشد ہونا چاہئے جو ہر بُنِ مُو میں سما جائے-)

(ابیاتِ باھُو)

www.yabahu.com

الف

اَللہ چَبے دی بوٹی، میرے مُرشد مَن وچ لائی ھو
نفی اَثبات دا پانی ملیئس، ہر رَگے، ہر جائی ھو
اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھلاں تے آئی ھو
جیہڑے مُرشد کامل باھو جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

(اِسم اللہ ذات، چنبیلی کی بیل کی مانند ہے، جو میرے مرشد نے میرے دِل میں لگا دی۔ ذِکرِ الٰہی نے اُس کے بیج وتن کی آبیاری کی۔ اب پھلنے پھولنے پہ آئی تو خوشبو ہر طرف پھیلنے لگی۔ مُرشد کامل سلامت رہے جس نے یہ بوٹی لگائی۔)

(ابیاتِ باھُو)

مُرشد کا فیض بارانِ رحمت یا موجِ دَریا یا شُعاعِ آفتاب کی طرح ہوتا ہے۔

(نُور الہُدیٰ۔ ص: ۱۲۵)

جو شخص بیعت کے بعد، طالب کو خدا رسیدہ نہ بنائے، وہ مرشد خدا کا دشمن ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۹۴)

مجھے اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ آپس میں کوئی طالب اور کوئی مُرشد بن بیٹھا ہے لیکن نہ طالب کو طالب کی حقیقت معلوم ہے، نہ مرشد کو مرشد کی حقیقت سے واقفیت ہے۔ دونوں ہی احمق اور نادان ہیں۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص: ۱۸۲)

خاص کی صُحبت بھی مِعراج ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۴)

عاقل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بے عقل، طمعِ نفس اور حرص وہوا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پس تجھے اِن دونوں میں سے کون سی بات پسند ہے؟ یا تو معرفتِ حق

www.yabahu.com

حاصل کر یا دُنیا کی طرف رُجوع کر۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۲۴)

نفس پرست عام ہیں اور خدا پرست کم۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۳۹)

جس (طالبِ حق) کی نظر میں دُنیا اور اہلِ دُنیا کی وقعت ہے، وہ دونوں جہان میں ملعون ہے، وہ درویش نہیں۔

(محبّت الاسرار۔ ص : ۱۵)

مُرید ہونا آسان ہے مگر اپنی مُراد اور خواہشوں کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔

(کلید التوحید خورد۔ ص : ۲۶)

اے احمق! نفاقِ قلبی کی بیماری نے تیرے تمام وجود کو کھالیا ہے۔ کسی طبیب القلوب کو تلاش کر، تاکہ اِس باطل مرض سے تیرے وجود کو صحت بخشے۔

(فضل اللقاء۔ ص : ۲۲)

مَردِ کامل وہ ہے جو حق کی طرف لے جاوے اور مُرشدِ ناقص شیطان ہے، جو باطل کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔

(محک الفقر کلاں۔ ص : ۱۶۳)

اے طالبِ حق!
اگر تو سیّد ہے تو خُلقِ محمّدی (ﷺ) کی سَند حاصل کر
اگر قُریش ہے تو دِل ریش ہو
اگر عالِم ہے تو درویشی طلب کر، نہ کہ دَرپیشی
اگر جاہل ہے تو علم حاصل کر، وہ علم جو حق تک پہنچادے اور جملہ ماسوٰی باطل کو مٹادے۔

(نُور الہُدیٰ۔ ص : ۱۹۸)

اے سیّد!
اگر تو صحیح معنوں میں سیّد اور سردار بننا چاہتا ہے تو اپنے جدِّ امجد کے قدموں پر چلا جا اور اُن کے اخلاق اور اعمال اور افعال اختیار کر اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کے حصول کے لئے مرشدِ کامل کو تلاش کر۔ اگر تو نے کامل فقیر کو پالیا اور اُس کا دِل ہاتھ میں لے لیا تو بس دونوں جہان سے بے غم ہو گیا۔

(نُور الہُدیٰ۔ ص : ۲۲۶)

www.yabahu.com

یاد رکھو کہ کُل مقامات عرش سے فرش تک ' سب طالبِ حق کے امتحان کے لئے ہیں-ان میں جو مقام بھی خالق سے روک دے ' وہی شیطان ہے-

(مجالسۃ النبی ﷺ۔ ص :۲۰)

جس طرح لوگ دِن رات کامل مُرشد کی تلاش میں رہتے ہیں ' اسی طرح مُرشد بھی کسی کامل طالب کی تلاش میں رہتا ہے-

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۶۷)

خُود پسند طالب سالہاسال بھی مرشد کے حضور میں رہ کر بہ سبب بے اَدبی وصال سے محروم رہتا ہے -

(عقلِ بیدار۔ ص : ۶۳)

تَوفیق ' محض عطائے اِلٰہی اور فیضِ خدا ہے ' جسے اللہ چاہے بے رِیاضت عطا کر دیتا ہے-

(امیر الکونین۔ ص : ۱۳۲)

خُدا کرے وہ سَر ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کو سجدہ کرے
اور وہ آنکھ ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دیکھے

اور وہ کان ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے غیر کا کلام سُنے
اور وہ زبان ہی نہ رہے جو اس کے غیر کا ذکر کرے
اور وہ قَدَم ہی نہ رہے جو اُس کے سوا اُٹھایا جائے
اور وہ ہاتھ ہی نہ رہے جس سے اُس کے غیر کی دستگیری کی جائے
اور وہ کمر ہی نہ رہے جو اُس کے سوا کسی اور کی خدمت کے لئے باندھی جائے-
اور وہ سینہ ہی نہ رہے جو اُس کے سوا کسی نجس کی نجاست سے بھرا ہو-
اور وہ دِل ہی نہ رہے جو اُس کے سوا غیر کے قُرب کا خیال کرے-

(عقلِ بیدار۔ ص :۴۰)

عاشق کی دو صِفتیں ہوتی ہیں : اوّل معشوق پر سے آنکھ نہیں اُٹھاتا ' دوسرے مخلوقات کی ملامت کا خیال تک نہیں کرتا-

(عقلِ بیدار ۔ ص : ۵۵)

فقیر کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی بُری بات نہیں کہ لوگوں کے ساتھ نیک وبد اور شر و شر کے بارے میں گفتگو کرے کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کا دِل مُردہ ہو جاتا ہے-اس کا کلام بے تاثیر ہو جاتا ہے اور اُسے غم ' کدورت ' حجاب اور خطرات ' معرفت و دِیدارِ قرب اِلٰہی سے باز رکھتے ہیں-

یہی وجہ ہے کہ کامل فقیر ہمیشہ خلوت گزیں ہوتے ہیں اور خلقت کو چھوڑ کر تنہا جنگلوں میں گذر بسر کرتے ہیں اور ہمیشہ مسافر ہی رہتے ہیں اور اپنے تئیں لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں-

www.yabahu.com

اور اگر شہر میں رہتے ہیں تو بعض دِیوانے بَن جاتے ہیں اور بعض ظاہر میں مجذوب لیکن باطن میں محبوب بنے رہتے ہیں۔

یار کے ساتھ اُنہیں بہار ہوتی ہے' دِیدار سے اُنہیں جمعیت حاصل ہوتی ہے' دِیدار کے بغیر تو بہشت بھی بمنزلہ خار ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۶۰)

غفلت کی رُوئی کانوں سے نکال اور موت کو یاد کر
موت تیرے وجود میں ہے اور تیرا وجود موت کی غار ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۱۶۶)

جس شخص پر قہرِ الٰہی ہوتا ہے' اُس پر نفس' شیطان' دُنیا اور گناہ غالب آتے ہیں اور وہ اُن کا مطیع ہوتا ہے۔

(جامع الاسرار۔ ص: ۳۷)

دُنیا کے طالب' ہر وقت اپنا ذِکر کرتے رہتے ہیں اور اُن کی کوئی گھڑی اپنی فکر سے خالی نہیں رہتی' حتیٰ کہ اسی حالت میں مر جاتے ہیں۔

(محک الفقر خورد۔ ص: ۲۲)

الف

اَدھی لعنت دُنیا تائیں تے ساری دُنیا دَاراں ھو
جنہاں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لین غضب دیاں ماراں ھو
پیواں کولوں پُتر گوہا وے بھٹھ دُنیا مکاراں ھو
جنہاں ترک دُنیا دِی کیتی باھو ! لیسن باغ بہاراں ھو

(آدھی لعنت دُنیا پر اور ساری لعنت دُنیا داروں پر۔ جس نے اللہ کی راہ میں دولت خرچ نہ کی' اُس پر غضب کی مار پڑے گی۔ مکار دُنیا پر لعنت ہو جو باپوں سے بیٹے ذبح کراتی ہے۔ باھو! جن حضرات نے دُنیا ترک کی' وہی باغ و بہار سے لطف اندوز ہوں گے۔

(اَبیاتِ باھُو)

www.yabahu.com

تمام اَنبیاء و اولیاء نے دُنیا کو تَرک کیا ہے اور اِس سے بیزاری ظاہر کی ہے' پھر جو شخص ان کی خلاف ورزی کرے کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے۔

(گنج الاسرار۔ ص : ۲۳)

دُنیاوی دام و دِرم وجود میں کیڑوں کی طرح ہیں۔ ان کے سبب سے مختلف خیالات کی بیماری آرام و قرار نہیں لینے دیتی۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۴)

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی طلب کرنا اُس میں مشغول ہونا غلط ہے اور غضب کا راستہ ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۱۰۵)

اِنسانی وجود غار کی طرح ہے جس میں نفس سانپ کی طرح بسیرا کئے ہوئے ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۱۳۴)

واضح رہے کہ سب سے بڑا گُناہ تکبّر اور خُود پسندی ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۱۶۶)

جو شخص پہلے اپنے نفس کو اپنا مطیع اور محکوم نہیں بناتا' اسکے لئے معرفتِ الٰہی حاصل کرنا محال ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۱۶۸)

خام اگر ساری عمر بھی ریاضت کرے تو بے فائدہ تکلیف اُٹھاتا ہے' معرفتِ الٰہی کے خزانے سے اُس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص : ۲۶۴)

دِل ایک ایسا وَسیع مُلک ہے جس میں باقی تمام ملک سما سکتے ہیں لیکن یہ بلحاظِ عظمت کسی ملک میں نہیں سما سکتا۔

(عقلِ بیدار۔ ص : ۶۰)

ذِکرِ قلبی' روشنی اور جمعیت صرف زِندہ قلب کو حاصل ہوتی ہیں۔

(قُربِ دیدار۔ ص : ۵۸)

راہِ حق نہ علم میں ہے اور نہ ہی جہل میں' بلکہ صرف توفیقِ الٰہی اور اُس کی محبت و اخلاص میں ہے۔

(عین الفقر۔ ص : ۱۰۰)

www.yabahu.com

درویش کے لئے ضروری ہے کہ لقمہ کھاتے وقت حاضرالوقت ہو۔

(مفتاح العارفین۔ ص: ۷)

عُمر ریت کی طرح ہے اور وجود شیشے کی مانند اور سانس کی آمد و رفت ریت کی آمد و رفت کی طرح ہے۔

(عقلِ بیدار۔ ص: ۱۲۷)

خاص الخاص آدمیوں کی نماز مُعرفَ بہ دِیدار ہوتی ہے۔ وہ رُوبرُو سجدہ کرتے ہیں' عام لوگوں کی نماز رَسمی ہوتی ہے۔

(امیر الکونین۔ ص: ۹۹)

ریاضت کے چالیس چِلوں سے ایک رات کی اولیاء اللہ کی قبر کی ہم نشینی بہتر ہے۔

(مُحکم الفقراء۔ ص: ۳۱)

عزیزِ مَن' سُنو! تم بے عقلی اور قیاس نہ کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ تمہاری جان لعلوں کی کان ہے جس سے تم مطلق بے خبر رہ کر حیران و سرگردان اور پریشان پھرتے ہو۔

(اورنگ شاہی۔ ص: ۱۷)

ایہہ تن رَبّ سچّے دا حُجرہ وِچ پا فقیرا! جھاتی ھو
ناں کر مِنّت خواج خِضر دِی' تیرے اَندر آب حیاتی ھو
شوق دا دِیوا بَال ھنیرے مَتاں لبھی وَست کھڑاتی ھو
مَرن تھیں اَگے مَر دے باھُو جِنہاں حَق دِی رَمز پچھاتی ھو

(یہ بَدن اللہ پاک کا حُجرہ ہے' اِس میں جھانک کر دیکھو۔ خواجہ خِضر علیہ السلام کی مِنّت کرنے کی ضرورت نہیں' تمہارے باطن میں آبِ حیات موجود ہے۔ شوق کا چراغ روشن کرو' شاید تمہیں اپنی کھوئی ہوئی چیز مل جائے۔ باھُو! وہ مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں جو حق کی رَمز پہچان لیتے ہیں۔)

(ابیاتِ باھُو)

www.yabahu.com

جو شخص محبت کی آگ میں نہیں جلا اُس کے دل پر دوزخ کی آگ جلے گی۔

خلقت سے مہربانی کرنا اور اُنہیں نہ ستانا' نجات کا باعث ہے -

(توفیقِ ہدایت۔ ص :۴۶)

رِزق اِنسان کی تلاش میں اِس طرح رہتا ہے جس طرح موت اس کی تلاش میں رہتی ہے۔ موت اِنسان کو کسی جگہ نہیں چھوڑتی' اسی طرح اُس کی روزی بھی اسے کہیں نہیں چھوڑتی۔

(عین الفقر۔ ص :۱۴۴)

بہت علم پڑھنا فرض نہیں' بلکہ گناہ سے بچنا فرض ہے۔

(عین الفقر۔ ص :۱۵۰)

خُدا کے کسی کامل مَرد کو دستگیر بنا 'تاکہ تو کامل ہو جائے کیونکہ اللہ کے کامل بندے کے سوا اور کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ مَرد وہی ہے جو اللہ کا طالب ہو اور دُنیا کا طالب مغموم و پریشان رہتا ہے اور کسی کام نہیں آتا -

(محک الفقر کلاں۔ ص :۱۱)

تو اگر چاہتا ہے کہ پُل صراط سے آسانی کے ساتھ گذر جائے تو کسی مسلمان کو کسی طرح کا دُکھ نہ پہنچا۔

(محک الفقر کلاں۔ ص :۳۸)

دِل کا حُجرہ اور خلوت' مٹی کے حُجرے اور خلوت سے بہتر ہے کیونکہ مٹی کا حجرہ کمتر ہے

جس نے پایا' دِل کے حجرہ سے پایا اور جس نے دِل سے پایا' وہ گل سے دُور ہو گیا۔

(محک الفقر کلاں۔ ص :۱۵۳)

اللہ کا کلام (قرآن مجید) اللہ کا خزانہ ہے' نامحرم اس کو نہیں پہچانتا۔

(محک الفقر کلاں۔ ص :۲۸۵)

جو شخص سادات کو رضا مند نہیں کرتا' اس کا باطن ہرگز صاف نہیں ہوتا' اور معرفتِ الٰہی کو نہیں پہچانتا کیونکہ جو سادات کا خادم ہو' وہ بالآخر مخدوم ہو جاتا ہے -اور جو آلِ نبی ﷺ اولاد حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اولادِ حضرت فاطمۃ الزاہرا کا منکر ہے' وہ معرفت سے محروم ہے۔

(نُور الہدیٰ۔ ص :۲۲۱)

www.yabahu.com

عقل مند وہی ہے جو اپنے آپ کو تحقیق کرے کہ میں ازل سے کیا لایا تھا اور اب دُنیا سے کیا لئے جاتا ہوں اور عاقبت میں مجھے کیا نعمت ملے گی۔

(مفتاح العارفین۔ ص :۶)

پہلے لقمۂ حلال حاصل کر' بعد ازاں فقر میں قدم رکھ۔ جب تک نفس کو فقر و فاقہ دُنیاوی لذتوں سے زیادہ لذیذ معلوم نہ ہو' معرفتِ الٰہی کی راہ اُس پر منکشف نہیں ہوتی۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص :۱۵۵)

غلط آدمی کو اس راہ سے راہ ہاتھ نہیں آتی اور اندھے آدمی کو معرفتِ حق سے آگاہی نہیں ہوتی۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص ۲۶۴)

جس میں خُلقِ خلیل (علیہ السلام) ہے' وہ ہم نشینِ ربِّ جلیل ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص :۲۶۷)

تجھے معلوم نہیں کہ مکھن سے بڑھ کر کوئی چیز نرم اور ملائم نہیں کیونکہ جب ذرا سی گرمی اُسے پہنچتی ہے تو نرم ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح درویشوں' فقیروں اور مومنوں کا دِل دوسرے کی گرمی سے جنبش میں آتا ہے یا کسی مومن بھائی کی تکلیف کو دیکھ کر ان کے نرم دِل کو ٹھیس لگتی ہے۔

(کلید التوحید کلاں۔ ص ۲۸۵)

جے رَبّ نا تیاں دھوتیاں ملدا' تاں ملدا ڈڈاں مچھیاں ہو
جے رَبّ لمیاں وَالاں ملدا تاں ملدا بھیڈاں سیاں ہو
جے رَبّ راتیں جاگیاں ملدا' تاں ملدا کال کڑچھیاں ہو
اِنہاں گلاں رَبّ حاصل ناہیں باھوؒ' رَب ملدا دِلاں وچھیاں ہو

(اگر رَبّ نہانے دھونے سے مل جاتا تو مینڈکوں اور مچھلیوں کو ملتا اگر رَب لمبے بال رکھنے سے ملتا تو بھیڑوں اور بکریوں کو ملتا' اگر رَب راتوں کو جاگنے سے ملتا تو چڑیوں اور پرندوں کو ملتا۔ اِن باتوں سے رَب حاصل نہیں ہوتا' باھوؒ! رَب ملتا ہے تو دِلوں کو صاف کرنے سے۔

(ابیاتِ باھوؒ)

www.yabahu.com

شرح
اِصطلاحاتِ صُوفیہ

www.yabahu.com

شرحِ اصطلاحاتِ صوفیہ

اِستفادہ از: "اِصطلاحاتِ صُوفیہ" مؤلفہ: شاہ عبدالصّمد چشتی

و "سِرّ دِلبراں" مؤلفہ: سیّد مُحمّد ذوقی

احوال

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر جو فیوضات نازل ہوتے ہیں، جن کے ذریعہ سے اُس کا باطن صاف ہو جاتا ہے اور بندہ اپنے مولا کے قریب ہو جاتا ہے، اُن فیوضات کے نازل ہونے کے اثرات کو "احوال" کہتے ہیں۔

"صاحبِ مُجاہدۂ احوال" اُس فقیر کو کہیں گے جس پر یہ تمام فیوضات وارِد ہو چکے ہوں اور اِس طرح اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ مقام اُسے حاصل ہو چکا ہو۔

اِستغراق

حضرت سُلطان العارفین سُلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کے سلوکِ فقر میں ذِکر میں غایت درجے کی توجہ کا یہ اِنتہائی مقام ہے جو صرف فنا فی اللہ فقیرِ کامل کو حاصل ہوتا ہے۔

رِسالہ "رُوحی" میں اِنتہائے مقام پر اِنتہائی کیفیت کا ذِکر کرتے ہوئے اپنے متعلق فرماتے ہیں :-

"مَدتوِ شعاعِ حضرتِ کبریا بندہ را ذرّہ وار دَر انحارِ استغراق مُستغرق ساخت"

(حضرتِ کبریا کی شعاع کے عکس نے بندہ کو ذرّہ کی طرح اِستغراق کے سمندروں میں غرق کر دیا۔)

اِستغراق، نبوت کے خصائص میں سے ہے۔" یہ اِستغراق ایسے ہی نفوس کو

حاصل ہو سکتا ہے جو رَذائل سے پاک ہوں، فواحش سے مُنزّہ ہوں، فساد سے دُور ہوں، طبیعت کے غلبہ سے آزاد ہوں کیونکہ نفس جب تک ان آفاتِ محسوسہ میں مشغول رہے اُس کا عالمِ بالا کی جانب توجہ محال ہے۔" (سرّ دِلبراں)

اِستقامت

جملہ احکامِ شریعت و طریقت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا اور اُس پر مداومت کرنا۔

اِلہام

جب درویش، دِل صاف کر لیتا ہے تو اُس کے قلب پر وارِدات نازل ہوتی ہیں اور کِسی اِستدلال کے بغیر وہ اُن پر کامل یقین رکھتا ہے، اُنہیں "اِلہام" کہا جاتا ہے۔

اِنسانِ کامِل

تمام مخلوقات میں اِنسان، افضل اور اکمل ہے اور اِنسانوں میں مُحمّد رسول اللہ ﷺ سب سے اکمل اور ارفع ہیں۔ اس لئے آپ اِنسانِ کامل ہیں۔ "دوسروں کو یہ رُتبہ آپ ہی کی برکت اور آپ ہی کی پیروی و متابعت اور آپ ہی کی محبّت سے ظلّی طور پر حاصل ہوتا ہے۔" (سرّ دِلبراں) اِس لئے اولیاء اللہ کو بھی اِنسانِ کامل کہہ دیتے ہیں۔

تجلّی

(جمع : تجلّیات)

" لُغت میں تجلّی ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ ہر وہ شان اور وہ کیفیت اور وہ حالت، جس میں حق تعالیٰ کا یا اُس کی صفت یا اُس کے کسی فعل کا اِظہار ہو، تجلّی ہے۔"

www.yabahu.com

"تجلّی کے لئے اِستقامت کی ضرورت ہے۔" (سرّ دِلبراں)

"تجلّی کے انوار دراصل حِکمتِ الٰہیہ کے فیض کے انوار ہیں اور یہ بے شمار ہیں اِنتہائی مقام پر ان کو محدود الفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اِسی لئے حضرت سلطان باھو قدس اللہ سِرّہٗ نے لکھا ہے :-

"گر کنم شرحِ تجلّی را تمام
دفترش گردد رقم از خاص و عام"

یعنی :اگر مَیں مکمل طور پر تجلّی کی شرح کروں تو خاص و عام کے لئے دفتروں کے دفتر لکھ لئے جائیں۔(احوال و مقاماتِ حضرت سلطان باھُو ۔ص : ۱۵۰)

تلقین

مُرشد ایک تو طالبِ حق کو ظاہری تعلیم دیتا ہے یعنی عبادت و ذِکر کے ظاہری طور طریق بتاتا ہے اور دوسرے رُوحانی ہمّت و توجہ سے اُس کے باطن پر اِس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ طالب سب کچھ بُھول کر اِطاعتِ حق میں مُنہمک ہو جاتا ہے - اِسے تلقین کہتے ہیں۔

تَوفیق

حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سِرّہٗ توفیق کو ایک ایسا نُور سمجھتے ہیں جو فقیر کو حاصل ہوتا ہے۔" نُورِ توفیق "ایک عظیم قوّت ہے۔ فقیر جب کسی کام کی طرف مُتوجہ ہوتا ہے تو ظاہری و باطنی حالات موافق ہو جاتے ہیں اور "نُورِ توفیق" کی قوّت سے ساری مشکلات دُور ہو جاتی ہیں - مرشد کی حیثیت سے جب وہ طالبِ حق پر توجہ کرتا ہے تو براہِ راست اُس کے قلب و رُوح کو صفائی اور روشنی بخشتا ہے اور اس کے سامنے کوئی رُکاوٹ نہیں ٹھہرتی۔

جَمعیّت

"ما سوائے اللہ سے رُوگردانی کرنا اور ہمہ تن' اللہ کی طرف متوجّہ ہونا"

حال و مقام

سالک کے دِل پر کوشش سے یا کوشش کے بغیر یا کسی نسبت کے طفیل جو کیفیات وَارِد ہوتی ہیں' اُن میں سے ہر کیفیت "حال" ہے -

جب کوئی کیفیت کوشش کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَارِد ہو اور قائم رہ جائے تو پھر وہ حال کی بجائے " مقام "کہلاتی ہے۔

حاضر الوقت

موجودہ اور حاضر موقع پر توجہ اللہ کی طرف رہے تو یہ حاضر الوقت ہونا ہے۔

حضور ' حضوری

"خلق سے بے زار ہو کر خُدا کی طرف متوجّہ ہونا۔" یہ توجہ اگر مسلسل قائم رہے تو یہ حضور یا حضوری کی کیفیت ہے۔ جن لوگوں کو ذِکر و فِکر میں اہل اللہ کی صُحبت کے طفیل یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے' اُنہیں "اہل حضور" کہتے ہیں۔

حق

اللہ تعالیٰ کے اَسماءِ حسنیٰ میں سے ایک اِسم ہے۔

صوفیاء کرام خلق کے مقابل میں "حق" بولتے ہیں۔

قُرب کے مراتب کو بھی حق کہتے ہیں جو شریعت و طریقت کے مطابق عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔

www.yahahu.com

حق الیقین

یقین کے تین درجے ہیں :-

۱- علم الیقین : یعنی مُعتبر ذرائع اور معتبر دَلائل سے کسی چیز کا یقین ہو-

۲- عَین الیقین : اُس کا خود بھی مُشاہدہ کر لینا-

۳- حق الیقین : یقین کا آخری درجہ یہ ہے کہ اس چیز کی ماہیت اور اثرات کو مکمل طور پر پالیا جائے-

اِصطلاحاتِ صوفیہ کی رُو سے "ظاہر شریعت پر عامل ہونا' علم الیقین ہے' اس میں اخلاص و محبت کا پیدا ہو جانا عین الیقین ہے اور اس کا مشاہدہ حاصل ہو جانا حق الیقین ہے-

خام

ایسے طالب کو جو فقیر کے حلقہ میں آجانے کے باوجود دُنیا کی رَغبت رکھتا ہو یا یکسو ہو کر مرشد کی ہدایت پر عمل پیرا نہ ہوتا ہو' خام کہیں گے-

دَرد

"عاشق کی اُس حالت کا نام دَرد ہے' جب غلبۂ شوق اِس حد تک بڑھ جائے کہ اُس کی برداشت سے باہر ہو- اس حالت میں عاشق ایسا بے چین ہوتا ہے کہ کسی کل کروٹ چین نہیں پاسکتا" (اِصطلاحاتِ صوفیہ)

"دَرد اُس قلق اور سوزشِ دَروُنی کو کہتے ہیں جو عاشق فراقِ محبوب اور آرزوئے وِصال میں محسوس کرتا ہے اور یہ انسان ہی کا حصّہ ہے-" (سرِّ دِلبراں)

دِل

دِل کو "لطیفۂ رُوحانی اور لطیفۂ رَبانی" کہا گیا ہے - یہ ایک ایسا شعور ہے جو بیدار

ہوتا ہے تو خدا تک پہنچا دیتا ہے- جس میں اس کا تعلق اسی دل سے ہے جو معروف طور پر سینے میں بائیں طرف موجود ہے- مرشد کی رہنمائی میں اس پر ذِکر کو جاری کرنے سے یہ رُوحانی شعور بیدار ہو جاتا ہے-

جس درویش کے دِل میں ذِکر ہمیشہ کے لئے رواں ہو جائے ' اُسے زِندہ دِل کہتے ہیں-

دِیدار

"ہر شے میں' ہر ذَرّہ میں ذاتِ سُبحانہ تعالیٰ کو دیکھنا" دِیدار کہلاتا ہے-

رَاز

"رَاز" سے مراد معرفت ہے-

"صاحبِ رَاز" وہی مَردِ عارف ہے جسے معرفت حاصل ہوتی ہے -

رُوح الامین

جبرائیل علیہ السلام کو کہتے ہیں "کیونکہ وہ ایک ایسی رُوح ہیں' جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے علم کا خزانہ بطور امانت کے سپرد کیا گیا-"

رِیاضت

"موافقِ شریعت و طریقت 'عبادتِ شاقہ مثلاً کثرتِ روزہ' نماز' ذِکر' نوافل' اِعتکاف' چلہ کشی وغیرہ-"

"تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق اور اوصافِ ملکوتی کے حصول میں مشقت کا اُٹھانا-"

www.yabahu.com

سِرّ

ویسے تو اِلٰہی بھید کو "سِر" کہتے ہیں مگر ایک اور سیاق و سباق میں "قلب" کو اگر بندے کی ذات کا مرکز قرار دیا جائے تو پھر آگے قلب کا مرکز "رُوح" ہوگا اور پھر رُوح کا مرکز "سِر" ہوگا۔ اِس کا پالینا گویا معرفت کے ایک مصدر و منبع کو پالینا ہے۔ اس سے آگے پھر سرّ کے مراکز بھی ہیں، جنہیں "خفی" اور "اخفیٰ" کہتے ہیں۔

سِدرَۃُ المُنتہیٰ

"وہ اِنتہائی مقام، جس کے ذریعے سے مخلوق اپنی سَیر میں خُدائے تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ اس سے اوپر کسی کی رَسائی نہیں۔"

شعور

"معرفتِ ذاتِ حق سُبحانہ" کو صوفیاءِ کرام شعور کہتے ہیں۔

شَوق

"دِل کا طلبِ حق میں بڑھنا اور وَصلِ یار حاصل ہونے پر بھی طلب میں کمی نہ آنا، بلکہ زیادہ ہونا" شوق ہے۔

بقول حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی "شوق، طلبِ وِصال" کو کہتے ہیں۔ شوق عموماً غائب چیز کے لئے پیدا ہوتا ہے، بر عکس ذوق کے جو حاضر پر یعنی کسی چیز کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔

ذَوق

ذِکرِ محبوب یا دیدارِ معشوق سے عاشق کا مست و بےخود ہونا ذَوق ہے۔" نیز

اِصطلاحاتِ صوفیہ کی رُو سے معرفت میں ذَوق سے مُراد وہ نُور ہے جو "اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ کے دِلوں پر وَارِد ہوتا ہے اور اولیاء اللہ اِس نُورِ معرفت کے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں۔"

عِشق

عِشق کی کوئی جامع تعریف مختصراً بیان نہیں کی جاسکتی۔

اِس کا پہلا دَرجہ مَحبّت ہے۔ "محبّت ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حُسن و خُوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اُس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا" (سرّ دلبراں) محبت کا اِنتہائی مرتبہ عشق ہے۔

اب عشق و محبت کی کئی کیفیات اور کئی مراحل ہیں، جن کے تجربات سے شعراء کے اور صوفیاء کے دَواوِین بھرے پڑے ہیں، یہ محبت ہر انسانی عمل کو خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، متاثر کرتی ہے اور اسے ایک خاص رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ محبت کے ڈانڈے پھر معرفت سے جا ملتے ہیں چنانچہ دونوں کو لازم و ملزوم قرار دے دیا گیا ہے۔

"محبّت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبت کی..... یعنی بلا معرفت کے محبت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی۔"

عارِف

"عارِف، وہ شخص ہے جسے ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو اور موجودات کی حقیقت و ماہیّت سے آگاہ ہو" اور سلوک کے بارے مراتب طے کر چکا ہو اور اُن کے سارے اَسرار اُس پر منکشف ہو چکے ہوں۔

حضرت سُلطان باھو قدس اللہ سرہ، کے نزدیک عارف باللہ کا اِبتدائی مرتبہ عالم عالم کا انتہائی مرتبہ ہے اور عارف باللہ کی اِنتہا فقیر کامل کے مراتب ہیں (قُربِ دیدار ص ۱۱)

www.yabahu.com

"سلطان العارفین" وہ ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو مدِّ نظر رکھتا ہے اور خود بھی اللہ کی نظر میں منظور رہتا ہے۔

عارف معرفت میں دوسرے درویشوں کی نسبت ممتاز ہوتا ہے۔

مَعرفت وعِرفان

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علم کو معرفت وعرفان کہتے ہیں۔ یہ علم اور ایمان کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ محض عقل اس تک نہیں پہنچ پاتی۔ عقل کی رَسائی صرف آثار تک ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ اگر سورج کی شعاعیں پانی میں پڑ کر دیوار پر اپنا عکس ڈال رہی ہیں تو صرف اُن کو دیکھنے والا نہ آفتاب کو دیکھ رہا ہوتا ہے' نہ اس روشنی کو دیکھ پاتا ہے' جس سے پانی منوّر ہوا ہے۔ عقل گویا صرف دیوار پر عکس دیکھ سکتی ہے مگر ایمان کی آنکھ اِلہام وکشف سے آفتاب اور اُس کی روشنی کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

فلسفی جو صرف عقل سے کام لیتا ہے' آثار تک پہنچ جاتا ہے مگر فقیر حقیقت کو پالیتا ہے' جس کے محض آثار تک فلسفی کی رسائی ہوتی ہے۔

فقیر فنافی اللہ' فنافی التوحید کو معرفتِ ذاتی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ جہاں رہے اور جس حال میں ہو اس کی نظر صرف ذات پر رہتی ہے۔ وہ اللہ سے صرف اللہ کو چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ دونوں جہان کے اسرار و رموز اُس پر کشف فرماتا ہے۔

(اِصطلاحاتِ صوفیہ۔ ص: ۹۷)

فَقر

عِشق کی طرح فقر کی جامع تعریف مشکل ہے کیونکہ یہ ایک زاویۂ نظر بھی ہے اور اسلوبِ حیات بھی۔ حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرّہ' کی تعلیمات کے مطابق فقر خاص

طور پر ان اقدار کا حامل ہوتا ہے: ۱۔ عشق ۲۔ علم ۳۔ ذِکر و فکر ۴۔ تَرکِ دُنیا اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دو صفات اِستغنا اور توکل ۵۔ تسخیر و تصرّف

(تفصیل کیلئے دیکھئے راقم کی تصنیف "احوال و مقامات حضرت سلطان باھو" باب ۴

مطبوعہ: حضرت غلام دستگیر اکادمی۔ دربار حضرت سلطان باھو۔ ضلع جھنگ)

فقیر

جو درویش یا طالبِ حق مذکورہ بالا ایجابی صفات اپنی شخصیت و کردار میں جذب کر لیتا ہے اور کمال حاصل کرتا ہے' فقیر کہلاتا ہے۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرّہ' نے فقیر کے تمام مدارج کی بڑی وضاحت سے تشریح کی ہے۔ اُن کے نزدیک کامل و مکمل فقیر مالک الملکی ہوتا ہے' جس کے "قبضے میں اسمِ اللہ ذات کی برکت سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام رُوئے زمین کا ہر ایک ملک اور ہر ایک وِلایت ہوتی ہے۔" (دیکھئے مذکورہ بالا کتاب۔ باب: ۴)

فَنافی اللہ

جب اللہ کی یاد میں جان و تن کا ہوش تک نہ رہے تو یہ فنا ہے۔ اس فنا کے بعد ایک ایسا شعور ملتا ہے جو ہمیشہ باقی رہتا ہے' اُسے بقا کہتے ہیں۔ فقر و درویشی میں ترقی کے تین درجے ہیں: فنافی الشیخ' فنافی الرّسول' فنافی اللہ۔ یہ گویا تین زِینے ہیں' جن کے ذریعے فقیر رُوحانیت کی بلندیوں تک پہنچتا ہے۔

۱۔ **فنافی الشیخ**: جب درویش' مرشد کی پیروی کامل طور پر منہمک ہو جاتا ہے اور شیخ کی محبت اور اِتباع میں کمال کو پہنچتا ہے۔

۲۔ **فنافی الرسول**: فقیر کا محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی محبت و اِتباع میں محو ہو جانا اور آپ ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر آپ کی پیروی کرنا۔

www.yabahu.com

۳- فنافی اللہ : یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے' اس سے مراد فقر و درویشی کے سارے عروج و نزول کے مراحل طے کر کے ذاتِ حق سُبحانہ' میں محو ہو جانا۔

سُلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ کے نزدیک اس کی جامع کیفیت "اِستغراق" ہے۔

فنافی التوّحید

اپنی ذات اور خلق کی ذات کو ایک ہی ذات میں فنا کر دینا" ھُواللّٰہ اَحَد" اسے فنائے ذاتی کہتے ہیں - "اِس مرتبہ میں بندہ اپنی ذات سے غائب اور ذاتِ حق سے حاضر ہو جاتا ہے-" (سرّ دِلبراں)

فیض

"فیض' جذبۂ باطنی کا نام ہے۔" (اِصطلاحاتِ صوفیہ)

جب مُرشد کسی بھی مقصد' ارادے یا نیّت کے ساتھ مرید یا طالبِ حق کے دِل پر توجہ کے ساتھ اپنے جذبۂ باطنی کا بَدَ تو ڈالتا ہے تو اُسے فیض کہتے ہیں۔

قلب

صوفیاء کے نزدیک قلب' انسان کی ذات کا مرکزی جوہر ہے - ان کے نزدیک انسانیت کا دَارومدار اسی قلب پر ہے۔

اِنسانیت کے اِسی جوہر کو جو' ہر انسان میں موجود ہے' عرشِ اِلٰہی اور نُورِ اِلٰہی کہا گیا ہے - مرشد کی توجہ اور ذِکر و فکر سے اس میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

یہ قلب' اللہ کے ذِکر اور محبّت و معرفت سے معمور ہو جاتا ہے تو اِسے "زِندہ قلب" کہتے ہیں۔

طلب

"طلب سے مراد طلبِ مولیٰ ہے کیونکہ طالب اہلِ تصوف کے یہاں یہی ایک طلب ہے - طلبِ کامل اور طلبِ صادق اُسے کہتے ہیں کہ شب و روز اپنے مولا کی یاد سے غافل نہ ہو اور دُنیا و آخرت کی نعمتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو اور ہر روز بلکہ ہر آن طلب بڑھتی جائے۔

طالبِ حق یا طالبِ صادق وہی ہے جس کی طلب ایسی ہو جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے - حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب کسی مقام پر پہنچ کر بس نہیں کرتا بلکہ ہر مقام پر پہنچ کر' اس سے اعلیٰ کو شش کرتا ہے۔"

(اِصطلاحاتِ صوفیہ)

ظِلِ اللہ

ظِلِ اللہ' اِنسانِ کامل کو کہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ ممکنات کا انتظام اس کے ذریعہ سے فرماتا ہے۔ (اصطلاحاتِ صوفیہ) ظاہر میں حکمران یا بادشاہ کو بھی کہہ دیتے ہیں۔

کامِل

"کامل' وہ شخص ہے جس کے تمام مقاماتِ سلوک طے ہو چکے ہوں اور وَاصل الحق ہو گیا ہو-" (اصطلاحاتِ صوفیہ) مکمل' اکمل' اس کے آخری دو درجے ہیں۔

کرامت

اگر کسی وَلی سے عام عادت کے خلاف کوئی اَمر ظاہر ہو تو اسے "کرامت" کہتے ہیں

اگر کسی نبی سے ظاہر ہو تو اُسے "معجزہ" کہتے ہیں۔

اگر کسی غیر مُسلم یا جادُوگر سے ظاہر ہو تو اسے "اِستدراج" کہتے ہیں۔

www.yabahu.com

کُل

"حق سُبحانہ' تعالیٰ کا نام ہے جو تمام اَسماءِ الٰہیہ کا جامع ہے۔" (اِصطلاحاتِ صوفیہ)

صاحبِ کُل' وہ اولی الامر فقیر ہوتا ہے جو تمام صفاتِ الٰہی کو اپنے اندر جذب کر چکا ہو اور دُنیا میں اس کی جملہ صفات کا مظہر ہو۔ ایسا فقیر اِن اللّٰہ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ قَدِیر کا مظہر ہوتا ہے اور تمام ممکنات' اس کے سامنے مُسخّر ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ایسا وسیلہ ہوتا ہے کہ اِدھر وہ کسی کام کا خیال کرتا ہے اور اُدھر وہ ہو جاتا ہے۔

کُنہ

ہر شے کی حقیقت اور ماہیت کو "کُنہ" کہتے ہیں۔

مُرشِد

"مُرشد' وہ شخص ہے جو لوگوں کو صِراطِ مُستقیم پر چلانے کی کوشش کرے اور اس کے طریقے بتائے۔" (اصطلاحاتِ صوفیہ)

مُرید

"مُرید' وہ شخص ہے جو اپنے اِرادہ کو ارادۃ اللہ میں محو کر دے اور اسے یقین ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے' اِرادۂ حق سُبحانہ' سے ہوتا ہے۔ یہ شخص راضی برضائے حق ہوتا ہے۔" (اصطلاحاتِ صوفیہ)

مُشاہدہ

"تجلیاتِ حق کو بِلا حجاب دیکھنا" (اصطلاحاتِ صوفیہ)

نیز "تجلیات کا پیہم ہونا" (سرّ دِلبراں)

نظر

"حق سُبحانہ' تعالیٰ کو صفات کے پردے میں دیکھنا" (اصطلاحاتِ صوفیہ)

جو مُرشد دوسروں کو یہ نظر عطا کرے' "صاحبِ نظر" ہوتا ہے۔

نُور

اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ نیز ان تمام وَارِدات اور تجرباتِ رُوحانی کو بھی نُور کا نام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالبِ حق کے دل پر نازل یا منکشف ہوں۔

حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ فرماتے ہیں: "نُور کیا چیز ہے؟ نور ایک غیر مخلوق اور باطنی قوت ہے جو حروفِ اسم اللہ ذات سے نمودار ہوتی ہے' یہی انوار وسیلۂ دِیدار ہیں اور نصیبِ اولیاء اللہ زندہ دِل و عقل بیدار ہیں۔" (نُور الہدیٰ کلاں۔ ص: ۱۸۶)

وَصل' وِصال

حق تک پہنچنا اور حق کو پالینا۔ وَصل' قُربِ حق کا وہ مقام ہے جہاں طالب ماسوائے اللہ سے مُنقطع ہو جاتا ہے پھر ایک لمحہ کیلئے بھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور ہر وقت ذِکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ جسے حق کا ایسا وِصال نصیب ہو جاتا ہے' وہ خود "حق" بن جاتا ہے۔

ولایت

یہ دو طرح سے لکھا جاتا ہے:

۱۔ "و" کے نیچے زیر ہو یعنی وِلایت۔ وِلایت قُرب کا اِنتہائی مقام ہے جو دونوں جہان میں دائمی طور پر وَلی کو حاصل ہوتا ہے۔

"وِلایت سے مُراد وہ وِلایت ہے جس میں وہ تصرُّفات عطا ہوتے ہیں جو خلق میں مقبولیت کا باعث ہوں مثلاً خوارق و تصرّفات تکوینی۔" (سرّ دِلبراں)

www.yahu.com

۲-" و " کے اُوپر زبر ہو یعنی وَلایت-

وَلایت کے معنی ہیں: "خود واصل حق ہو کر دوسروں کی حاجت رَوائی کرنا اور خدمتِ خلق پر کمربستہ ہو جانا-" (اِصطلاحاتِ صوفیہ)

"اِس سے مُراد وہ وَلایت ہے جس میں بندہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے وہ تصرّفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلبِ الٰہی کی اِستعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور انہیں مقاماتِ قُرب تک پہنچایا جاتا ہے-" (برّ دِلبراں)

حواشی

www.yabahu.com

حواشی

۱۔ " دَعوت " حضرت سُلطان العارفین سُلطان باہُو قدس اللہ سرّہ' کے عملی سلوک کا اہم جزو ہے' اِس کو دُعا کا ایک طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ دعوت کے لئے دو چیزیں لازمی ہیں یعنی کِسی وَلی کی قبر ہو اور اُس پر مطلب بر آری کے لئے قُرآن پڑھا جائے' اس کے کُچھ آداب ہیں اور جن اُمور کیلئے یہ دعوت پڑھی جاتی ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ عامل کامل کو بادشاہِ اسلام کی اِعانت کیلئے دعوت پڑھنی چاہیئے جو کافروں سے جنگ کر رہا ہو۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھیئے' راقم کی تصنیف : " احوال و مقاماتِ حضرت سُلطان باہُو "صفحات ۱۱۵ تا ۱۲۱۔ مطبوعہ : حضرت غلام دستگیر اکادمی۔ دربار حضرت سُلطان باہُو۔ ضلع جھنگ)

۲۔ مولوی مُحمّد دِین گُجراتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :

"(حضرت بازید مُحمّد نے) شورکوٹ 'جو بَہ گناتِ مُلتان سے جائے اِسلام' جُمعہ و جماعت و عیدین کا مقام تھا' منظور فرمایا اور چند چاہات آپ کی وجہ معاش کے واسطے نظر اعتقاد والیانِ دہلی نے نظر کئے' جو اب تک بوہڑ ڈول اور نیواں چاہ اعوان والا موجود ہے اور بیر کا درخت جس کا بیج مکّہ مُعظمہ سے لا کر نصب کیا تھا اور اس کے بیر بقدرتِ خُدا خُوب موٹے اور رَس دار لذیذ تھے' جو عرصہ پانچ سال سے مُنہدم ہو گئی ہے اور بنام بیر بازید والی معروف تھی اور ہر خاص و عام ساکنانِ شورکوٹ اس کے بیر کھاتے تھے اور خُداوند کریم کا نام زبان پر لاتے تھے کہ واہ واہ عجب مُحل ہے"..... اِس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۷ء تک یہ آثار موجود تھے' جب مولوی صاحب موصوف نے یہ رِسالہ تصنیف فرمایا۔

۳۔ یہ روایت خانوادۂ سُلطان العارفین کے ایک پیر طریقت حضرت سُلطان مُحمّد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸۱ء نے اپنی یادداشتوں میں تحریر فرمائی ہے۔ مولوی مُحمّد دِین گُجراتی نے بھی اپنے رسالہ میں اسے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں : "..... اور روایت ہے کہ جنابہ مائی صاحبہؒ کو پہلی دفعہ ایک لڑکا مولود ہُوا اور اُس پر نگاہ فرمائی' وہ برداشت نہ کر سکا اور فوت ہو گیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ کو محض اولادِ نرینہ کیلئے حضرت بازید مُحمّدؒ نے نکاح کیا ہے اور آپ کو کُچھ اِلتفات نہیں' خاموش رہیں۔ اِس طرح دو فرزند دو بار پھر تولد ہوئے اور ایک ہی نگاہ سے جاں حق ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو اولادِ نرینہ کی ضرورت نہیں ہے ؟ فرمایا کہ ایسی ناہکار اولاد بکار نہیں ہے۔ پھر چوتھی دفعہ حضرت سُلطان باہُو رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اُن پر جو مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے نظر فرمائی اُنہوں نے نظر کو برداشت کیا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مادر زاد اولیاء ہے۔ اور نامِ نامی اُن کا مائی راستی رحمۃ اللہ علیہا تھا۔" (ص : ۲)

۴۔ علامہ اِقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مقام کی ایک خصوصیت قاہری (غلبہ) یا تسخیر و تصرّف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اِس طرف یوں اِشارہ کیا ہے :

خُودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے' کہتے ہیں جس کو سُلطانی

۵۔ "والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ گو تو مادر زاد اولیاء ہے لیکن صوفیانِ وقت ظاہرین سے مجالس' مُلاقات کرنا سالکانِ طریقت کے لئے مُتملہ ضروریات سے ہے۔"

(رِسالہ مؤلفہ مولوی مُحمّد دِین گُجراتی۔ ص : ۲۷)

۶۔ فقیر مُحمّد زکریا ایک درویش شاعر تھے۔ اُنہوں نے ۱۳۰۲ ہجری میں حضرت سُلطان العارفین قدس اللہ سرّہ' کی شان میں ایک سی حرفی لکھی۔ اُس میں اُنہوں نے کہا ہے کہ اورنگزیب نے جب سُلطان صاحب کا شہرہ سُنا تو :

" فِراق ہویا' دِل مُشتاق ہویا' بادشاہ کہیا کُل امیرنوں جی

شور شہر جاواں' اوتھے بیعت ہوواں' ونج سلام کراں اُس فقیر نوں جی
اونٹ' فیل' غُلام ہزار گھوڑے' ونج نظر کیئں دستگیر نوں جی
مُحمد زکریا شاہ سُلطانؒ کہیا میتھوں دُور کرو' اِس شریر نُوں جی

(بادشاہ ملنے کا مُشتاق ہُوا۔ اُس نے اُمراء سے کہا کہ میں شور کوٹ جا کر اُس فقیر کی سلامی کرنا اور اُس کی بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ چُنانچہ ھزاروں اونٹ' ھاتھی' گھوڑے اور غُلام اُس نے لے جا کر سُلطان العارفین کی نظر کئے مگر سُلطان صاحب نے فرمایا کہ اِس شریر دُنیا کو میری نظروں سے دُور کرو۔)

جب بادشاہ نے وہ سب دولت راہِ خُدا میں لُٹا دی تو "سُلطان صاحب گل لالیا' منظور کیئں دِلدار تائیں۔" (سُلطان صاحب نے گلے لگا لیا اور دِلداری فرمائی)

مگر معلوم ہوتا ہے' یہ سب شاعری ہے۔ اگر اورنگ زیب شور کوٹ آتا تو وقائع نگار' جو بادشاہ کی نقل و حرکت نوٹ کرتے رہتے تھے اور جن کا ریکارڈ اب تک کِسی نہ کِسی صورت میں موجود ہے' اس کا ذِکر کرتے..... اورنگ زیب کا کسی فقیر کی خدمت میں خاص طور پر جا کر حاضر ہونا اور بیعت ہونا' کوئی معمولی واقعہ نہ تھا' جسے وقائع نگار نظر انداز کر دیتے۔

۷۔ غُلام مُحمدؒ کا ذِکر حضرت سُلطان مُحمدؒ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی غیر مطبوعہ یادداشتوں میں ملتا ہے۔ اُن کے بیان کے مُطابق: یہ ایک سیدھا سادا چرواہا تھا۔ جب حضرت سُلطان العارفین اُس کے گاؤں کے قریب سے گُذرے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ہو لیا تھا۔

۸۔ راقم کی کتاب: "احوال و مقاماتِ حضرت سُلطان باھُو" ص: ۷۲ تا ۷۸
مطبوعہ: حضرت غُلام دستگیر اکادمی (پاکستان) دربار حضرت سُلطان باھُو۔ جھنگ

۹۔ Ernest Scott کی پوری کتاب The People of the secret اِسی موضوع پر ہے۔ The octegon Press, London {1983}

۱۰۔ باب: ۸۔ "نہیات" (احوال و مقاماتِ حضرت سُلطان باھُو۔ ص: ۱۶۰ تا ۱۸۰)

www.yabahu.com